دارالعلوم دیوبند کا ترجمان

ماہنامہ

دارالعلوم

جلد: ۱۰۹	ذی الحجہ ۱۴۴۶ھ مطابق جون ۲۰۲۵ء	شمارہ: ٦

نگراں	مدیر
حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند	مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری استاذ دارالعلوم دیوبند

ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند - ۲۴۷۵۵۴ یوپی

Tel. : 01336-222429 Fax : 01336-222768
Web : http://www.darululoom-deoband.com
https://darululoom-deoband.com/urdumagazine
E-mail: info@darululoom-deoband.com

DARUL ULOOM Monthly (Urdu)
R. N. I. No.: 2133/57
Vol. No. 109, Issue No. 6, June 2025 जून 2025
Published by Maulana Abul-Qasim Numani
Printed by Maulana Abul-Qasim Numani
Editor :- Maulana Mohammad Salman Bijnori
On Behalf of Darul Uloom Grush.
Place of Publication :- Deoband, Saharanpur, U.P.
Printed at: Mukhtar Printing Press Mohalla Bar Ziyaul Haq
Talehari Chungi. Deoband, Saharanpur. U.P.

Rs. 50/=	Annual Subscription Rs. 500/=

Annual by Regd Post. Rs. 700/=

سعودی عرب، افریقہ، برطانیہ، امریکہ، کناڈا وغیرہ سے سالانہ -/۱۵۰۰ روپئے
بنگلہ دیش سے سالانہ -/۸۰۰ روپئے، پاکستان سے ہندوستانی رقم -/۸۰۰ روپئے

فہرست مضامین

حرف آغاز	مدارس اسلامیہ کے لیے لمحۂ فکریہ	محمد سلمان بجنوری	۳
تحقیق ورہنمائی	علامہ شامیؒ اوران کتاب ردالمحتار.........	مفتی محمد مصعب قاسمی	۵
//	مفہومِ قرآن اور مصنوعی ذہانت	ڈاکٹرمبشرحسین رحمانی	۱۷
//	مصنوعی ذہانت سے متعلق یونیورسٹیوں کی پالیساں	ڈاکٹرمبشرحسین رحمانی	۳۱
دفاع شریعت	کیا قربانی کرنا جانوروں پر ظلم ہے؟	مفتی عبیداللہ قاسمی بہرائچی	۴۰
ذکر رفتگاں	ایسا کہاں سے لائیں (تذکرہ مولانا وستانویؒ)	مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی	۴۶
مسائل وفتاویٰ	....	مفتیانِ کرام دارالعلوم دیوبند	۵۰

ختم خریداری کی اطلاع

○ یہاں پر اگر سرخ نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔

- ہندوستانی خریدار منی آرڈر سے اپنا چندہ دفتر کو روانہ کریں۔
- ایک سال کے لیے اگر بذریعہ رجسٹری طلب فرمائیں تو =/700 روانہ فرمائیں۔
- ہندوستان وپاکستان کے تمام خریداروں کو خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف آغاز

مدارس اسلامیہ کے لیے لمحۂ فکریہ

محمد سلمان بجنوری

اسلامی مدارس کا وہ نظام جو گزشتہ ایک سو ساٹھ برس سے کسی خاص رکاوٹ کے بغیر، خیر و خوبی کے ساتھ پورے ملک میں جاری ہے۔ اب اپنی تاریخ کے سخت چیلنج کا شکار ہے، جس کی تفصیل ایک دو صفحات میں ممکن نہیں ہے؛ لیکن اختصار کے ساتھ یوں کہا جا سکتا ہے کہ مدارس اسلامیہ کے خلاف عالمی طاقتوں کی ریشہ دوانیاں تو پہلے ہی سے جاری تھیں، اب ہمارے ملک کی فرقہ پرست طاقتوں نے بھی اس منفی مشن کو نہ صرف اپنالیا ہے؛ بلکہ اپنے ایجنڈے میں سرفہرست رکھ لیا ہے، جس کا ثبوت وہ کارروائیاں ہیں جو متعدد صوبوں (مثلاً اتراکھنڈ، اترپردیش اور آسام) کی حکومتوں نے گزشتہ عرصہ میں مدارس کے خلاف کی ہیں۔

اس قسم کی کارروائیوں اور اقدامات کا سلسلہ کہاں تک جائے گا اس کے بارے میں تو کچھ کہنا ابھی مناسب نہیں؛ لیکن ذمہ دارانِ مدارس کو اتنی بات پر نوشتۂ دیوار کی طرح یقین کر لینا چاہیے کہ اگر ہم نے فوری طور پر اپنے نظام میں ہمہ گیر اصلاحات نہ کیں تو فرقہ پرست طاقتوں کے لیے اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل بہت آسان ہو جائے گی۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر ہم نے اپنے نظام کی خامیوں کو دور کر لیا تو ہمیں اُن کی ہمدردیاں اصل ہو جائیں گی؛ لیکن نہ کرنے کی صورت میں اُن کا کام آسان کرنے کے ہم خود ذمہ دار ہوں گے۔

جن اصلاحات کی ضرورت ہے وہ اب کوئی غیر متعارف یا نامعلوم چیز نہیں رہیں، ایک عرصہ ہو گیا کہ رہنمایانِ ملت اور خود دارالعلوم دیوبند کی جانب سے اس کے رابطۂ مدارس کے پلیٹ فارم سے بار بار متوجہ کیا جا رہا ہے اور ان موضوعات پر تفصیلی ہدایات، تجاویز اور مشورے پیش کیے جاتے رہے ہیں۔

سردست جس چیز کی ضرورت، موجودہ حالات کے تحت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے، اس کا

خلاصہ چار اُمور ہیں۔

(۱) مدارس جس زمین پر چل رہے ہیں اس کی ملکیت کے کاغذات درست کرانا اور اس کے سلسلے میں تمام قانونی تقاضے پورے کرنا۔

(۲) مدارس میں درسگاہوں اور دارالاقامہ کے کمروں کے سلسلے میں حتی الامکان، سرکاری قوانین کی تکمیل کرنا۔

(۳) مدارس کے رجسٹریشن اور منظوری سے متعلق تمام ضروری تقاضوں کی تکمیل کرنا۔

(۴) طلبہ کے قیام وطعام اور ان کو سہولیات مہیا کرنے میں بھی ممکنہ حد تک سرکاری ضابطوں کی تکمیل کرنا۔

اس کے علاوہ تجربہ سے اور بہت سی چیزیں سامنے آسکتی ہیں ان سب کے لیے مستعد رہنا ضروری ہے۔

ان تمام قانونی اور انتظامی معاملات کے علاوہ نہایت اہمیت کے ساتھ اس بات پر بھی توجہ ضروری ہے کہ ہمارا پورا نظام اسلامی اصول واحکام کے مطابق ہو، نہ صرف مالیات میں فقہی ضوابط کی پابندی کی جائے؛ بلکہ تمام معاملات میں انصاف اور دیانت وامانت کو ملحوظ رکھا جائے، کسی بھی فرد کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے، مدرسہ کے اندر اسباق یا انتظامی ذمہ داریاں تفویض کرنے میں بھی اہلیت وصلاحیت کو اصل معیار بنایا جائے، ہر شخص کی عزت نفس کی رعایت کی جائے، مدرسہ کی انتظامیہ ہو یا اساتذہ وملازمین سب لوگ ادارہ کو اپنی ذات سے بڑھ کر سمجھیں اور اس کے مفاد کو اولیت دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس پہلو سے بھی ہمارے مدارس میں اصلاح کی شدید ضرورت ہے۔

پھر ان سب اصلاحات کے ساتھ رجوع الی اللہ کا حقیقی اہتمام کیا جائے اور ایسے اعمال وعبادات پر توجہ دی جائے جو اللہ کی مدد نازل ہونے کا ذریعہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق سے نوازے اور اس پورے نظام کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

❊ ❊ ❊

''علامہ ابن عابدین شامیؒ اور اُن کی کتاب ردالمحتار''

ایک تحقیقی دراسہ

(۲)

از: مفتی محمد مصعب
نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

مصادر ومراجع پر ایک نظر

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۲۵۲ھ) کی وفات پر آج تقریباً دوصدی گذرنے والی ہے، اس مدت میں تراجم رجال اور فقہ وفتاویٰ کی تاریخ وتعارف پر جو کتابیں منظر عام پر آئی ہیں، ان میں آپ کا اور آپ کی متنوع خدمات کا مختصر ومطول تذکرہ موجود ہے، چند اہم مصادر ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) شیخ عبدالرزاق بن حسن البیطار دمشقیؒ (۱۲۵۳ھ/۱۳۳۵ھ) کی تصنیف ''حلیۃ البشر فی تاریخ القرن الثالث عشر'': ۳/۱۲۳۰، تحقیق: محمد بہجۃ البیطار، دارصادر، بیروت، طبع ثانی: ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء۔

(۲) اسماعیل باشا بغدادیؒ (م:۱۳۳۹ھ) کی کتاب ''ہدیۃ العارفین'': ۲/۳۶۷۔

(۳) یوسف بن الیان سرکیس دمشقی مصری (۱۲۷۲ھ/۱۳۵۱ھ) کی ''معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ'': ۱/۱۵۰تا۱۵۵، مطبعۃ سرکیس، مصر، ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸م۔

(۴) حنبلی فقیہ اور مؤرخ محمد جمیل شطی دمشقیؒ (۱۳۰۰ھ/۱۳۷۹ھ) کی تصنیف ''روض البشر فی أعیان دمشق فی القرن الثالث عشر''۔

(۵) مشہور ادیب وشاعر خلیل مردُم بک دمشقی (۱۳۱۳ھ/۱۳۷۹ھ) کی ''أعیان القرن الثالث عشر فی الفکر والسیاسۃ والاجتماع''، ص:۳۶، لجنۃ التراث العربی، بیروت طبع اول ۱۹۷۱ء۔

(۶) خیرالدین زرکلی دمشقی (۱۳۱۰ھ/۱۳۹۶ھ) کی ''الاعلام'': ۶/۴۲، ۴۳، دارالعلم۔

(۷) عظیم محدث اور رجال وکتب کی غیر معمولی واقفیت رکھنے والی شخصیت علامہ عبدالحیؒ کتانیؒ

(۱۳۰۲ھ/۱۳۸۲ھ) کی بے نظیر کتاب ''فہرس الفہارس'': ۲/۸۳۹تا۸۴۱، دارالغرب الاسلامی، بیروت۔

(۸) شیخ محمد عبداللطیف صالح فرفورؒ کی شہرۂ آفاق تصنیف ''ابن عابدین وأثرہ فی الفقہ الاسلامی''، یہ کتاب درحقیقت شیخ فرفور کے دکتوراہ کا مقالہ ہے، جس کا تفصیلی تعارف ان شاء اللہ آگے پیش کیا جائے گا۔

اہم مصادر

لیکن اس موضوع کی سب سے اہم اور مستند تحریریں وہ ہیں جو خود علامہ ابن عابدینؒ کے قلم سے آج ان کی کتابوں اور رسالوں میں محفوظ ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) ''عقود اللآلی فی الاسانید العوالی (ثبت ابن عابدین)

کسی شخصیت کے احوال وآثار کے سلسلے میں ''ثبت'' کی اہمیت سے اہل علم واقف ہیں، علم التراجم میں ثبت کا شمار اہم ترین مصادر میں ہوتا ہے، علامہ ابن عابدین شامیؒ نے تیئس سال کی عمر میں ایک کتاب تصنیف فرمائی اور اس کا نام ''عقود اللآلی فی الاسانید العوالی'' تجویز فرمایا، یہ کتاب ان کے سب سے محبوب استاذ عظیم فقیہ شیخ شاکر عمری حنفیؒ کی اَسناد کا مجموعہ ہے، علامہ شامیؒ کے شیوخ میں شیخ شاکرؒ واحد شخصیت ہیں جن کی آپ نے پانچ سال صحبت اٹھائی اور اجازت سے سرفراز کیے گئے، اس لیے یہ کتاب شیخ شاکرؒ کے ''مجموعۂ اسناد'' کے عنوان سے درحقیقت خود علامہ شامیؒ کی اسناد کا مفصل مجموعہ ہے؛ اسی لیے بعد میں یہ کتاب ''ثبت ابن عابدین'' کے نام سے معروف ہوئی، ہمارے موضوع کے لیے یہ کتاب ایک کلیدی مصدر کی حیثیت رکھتی ہے؛ اس لیے یہاں اس کا تفصیلی تعارف مناسب ہوگا:

شیخ شاکر عمریؒ علامہ شامیؒ کی نظر میں

علامہ شامیؒ کے چار مشہور شیوخ میں آپ کے نزدیک سب سے اہم شخصیت علامہ محمد شاکر عمری العقاد (۱۱۵۷ھ/۱۲۲۲ھ) کی تھی، آپ کے بارے میں علامہ شامی کے یہ تاثرات ملاحظہ فرمائیں:

> ''كان من أعظم نعم الله تعالىٰ وتيسيره، ولطفه بي وحسن تدبيره أن أرشدني في ابتداء طلبي للعلم على شيخ نصوح ذي كرم وحلم قد جعله الله تعالىٰ بأحسن الشمائل، وتوجه بتاريخ الكمالات والفضائل... هو الإمام الأكمل، والهمام الأفضل، العالم العلامة، والحبر البحر الفهامة، سيد أهل التدقيق في أوانه، وفخر أهل التحقيق في زمانه، ملاذ الطالبين، وكهف

الراغبين، سيدي وأستاذي، وعمدتي وملاذي السيد أبو ا لفضل محمد شاكر بن علي بن سعد بن علي بن سالم العمري الشهير والده بـ العقاد... وكان أحفى بي من الوالد على الولد، وأراني إكراما لم أره قط من أحد، وبذل جهده في نفعي، وأسداني ما شكره ليس في وسعي، وأدناني منه دون غيري، وصار أولى مني بأمري، فجزاه اللّٰه تعالىٰ عني كل خير".

''بندہ پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سہولتوں اور لطف وکرم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ابتدائے طالب علمی ہی میں اس نے مجھے ایک مخلص، فیاض اور بردبار شیخ سے علم دین حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی، جس کو اس نے عمدہ اخلاق سے نوازا تھا اور کمالات وفضائل کا تاج ان کے سر پر رکھ دیا تھا، وہ امامِ کامل، صاحب ہمت وعزم، عالم وعلامہ، متبحر، ذہین وفہیم، اپنے زمانہ کے اہل تحقیق کے پیشوا، طلبہ کے لیے ملجی وماوی، تشنگانِ علم کی جائے پناہ، میرے آقا واستاذ، میرے معتمد ومرجع شیخ ابوالفضل محمد شاکر بن علی سعد بن علی بن سالم عمری جن کے والد عقاد کے نام سے مشہور تھے، وہ مجھ پر ایک باپ سے زیادہ مہربان تھے اور مجھے اتنی عزت واحترام سے نوازنے والے تھے جو مجھے کسی اور سے حاصل نہیں ہوئی، انھوں نے مجھے فائدہ پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی اور میرے ساتھ اتنی خیر خواہی کی جس کا شکر ادا کرنا میرے بس میں نہیں اور مجھے اپنی قربت کا سب سے زیادہ موقع عنایت فرمایا، وہ میرے معاملات کی مجھ سے زیادہ فکر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ انھیں میری جانب سے بہترین بدلہ عطا فرمائے''۔اھ (ثبت، ص:۴۰،۴۱)

اِن عالی کلمات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ شامی کے نزدیک شیخ شاکرؒ کا کیا مقام ومرتبہ تھا؟ اور آپ اپنے شیخ پر کس درجہ گرویدہ اور ان کے احسان شناس تھے!

اصل کتاب میں علامہ شامیؒ نے اپنے شیخ کا تذکرہ تقریباً پندرہ صفحات میں لکھا ہے، شروع کتاب میں پانچ صفحات اور آخر میں دس صفحات، جن کا خلاصہ ''شیخ ابن عابدین'' کے بیان میں ان شاء اللہ پیش کیا جائے گا۔

شیخ شاکرؒ کے تین ممتاز شیوخ

شیخ محمد شاکر عمریؒ کی سند عالی تھی، آپ کو بہت سے محدثین سے اجازت حاصل تھی، جن میں خاص طور پر تین شخصیات ممتاز ونمایاں ہیں:

(۱) فقیہ شام عبدالرحمٰن بن محمد الکزبریؒ (۱۱۰۰ھ/۱۱۸۵ھ)
(۲) آپ کے صاحب زادے مسند شام شمس الدین محمد الکزبریؒ (۱۱۴۰ھ/۱۲۲۱ھ)
(۳) علمائے دمشق کے شیخ، شوافع کے امام شیخ شہاب الدین احمد بن عبیداللہ العطارؒ (۱۱۳۸ھ/ ۱۲۱۸ھ)

''ثبت ابن عابدین'' کی ترتیب کا پس منظر اور اس کے مشمولات

شیخ شاکرؒ نے ایک بار اپنے محبوب شاگرد (ابن عابدینؒ) کے سامنے اپنی اسناد کا تذکرہ کیا، تو آپ نے اُن اسناد کی اہمیت اور اس میں موجود علمی فوائد وفرائد کی وجہ سے ان کی ترتیب وجمع کا ارادہ ظاہر فرمایا، شیخ نے اس کی اجازت عطا فرمائی؛ چنانچہ آپ نے ایک نہایت قیمتی کتاب مرتب فرمائی، جس کا نام "عقود اللآلی فی الاسانید العوالی" تجویز فرمایا اور شروع میں ایک قیمتی مقدمہ لکھا جس میں حمد وصلاۃ کے بعد علم کی اہمیت وفضیلت، علم حدیث کی وقعت وعظمت، محدثین کے کارنامے اوران کی فضیلت، محدثین اور علمائے امت کا علوسند سے اعتناء اور اس کے لیے دور دراز علاقوں کی رحلت کرنا، علم دین میں سند کا مقام ومرتبہ، شیخ شاکر کے علامہ شامیؒ پر علمی وتربیتی احسانات، شیخ شاکر کا مفصل تذکرہ، ثبت کی تصنیف کا پس منظر اور آخر میں ثبت میں زیر تحریر آنے والے مضامین کا خلاصہ فرماتے ہوئے لکھا ہے:

"وقد سميت ما عنيت جمعه في هذه الأوراق مما لذ للسامع وراق بـ عقود اللآلي في الأسانيد العوالي مرتبًا على ثلاثة أبواب وخاتمة: الباب الأول في ذكر الأشياخ وتراجمهم وصور إجازاتهم. الباب الثاني في ذكر المسلسلات.
الباب الثالث في ذكر الأسانيد في الكتب الستة وبعض المسانيد، وغيرها من الكتب الشرعية، وأتبعه بفصل أذكر فيه سند سيدي في الفقه النعماني.
الخاتمة في ذكر بعض الأحزاب والأوراد، وذكر بعض أسانيد طرق الصوفية والتلقين والإلباس، وأخذ العهد عن السادة الأوتاد، وبعض الفوائد مما ورد في السنة الشريفة أو عن كمل العباد". (ثبت، ص:۴۴تا۴۶)

''ان اوراق میں پرکشش اور دل کو بھانے والے مضامین کا نام میں نے "عقود اللآلي في الأسانيد العوالي" تجویز کیا ہے۔

یہ مجموعہ تین ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے: پہلے باب میں شیوخ کا تذکرہ، ان کی

سوانح عمری اور ان کی عطا کردہ اجازتوں کا عکس ہے۔ دوسرے باب میں مسلسلات کا بیان ہے، تیسرے باب میں صحاح ستہ، بعض مسانید حدیثیہ اور کتب شرعیہ کی اسانید مذکور ہیں۔

ان سب کے بعد مزید ایک فصل ہے جس میں اپنے آقا ممدوح کی فقہ حنفی کی سند بیان کی جائے گی اور خاتمہ میں بعض اوراد و وظائف کے ساتھ طریقت وتصوف کی بعض اسانید، تلقین ولباس، سادات واتقیاء سے لیے ہوئے عہد اور بعض ایسے فوائد ذکر کیے جائیں گے جو احادیث شریفہ میں مذکور ہیں یا خدا کے مقبول بندوں سے مروی ہیں''۔

علامہ شامیؒ نے اپنے ''ثبت'' میں شیخ شاکر کے کل تیس (۳۰) شیوخ کا ترجمہ لکھا ہے اور ان کی طرف سے دی گئی اجازتوں کا متن بھی پیش کیا ہے، جن میں سے پندرہ شیوخ دمشق کے مقیمین تھے، باقی پندرہ دمشق میں وارد ہونے والے شیوخ تھے، ان شیوخ میں سب سے نمایاں شخصیت شیخ محمد بن عبدالرحمٰن الکزبری الدمشقی الشافعیؒ (معروف بالکزبری الاوسط) کی ہے، شیخ شاکرؒ نے پچاس سال ان کی صحبت اٹھائی، غالباً اسی وجہ سے علامہ شامیؒ نے سولہ صفحات میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ (ثبت، ص: ۴۸ تا ۶۳)

دمشق کا کزبری خاندان

دمشق میں کزبری خاندان علم وفضل اور دینی وعلمی خدمات میں معروف ومشہور ہے، اس خاندان کی چار شخصیات نمایاں ہیں:

(۱) علی بن احمد بن علی (۱۱۰۰ھ/۱۱۶۵ھ) جو ابن کزبر کے نام سے معروف تھے، یہ کزبری خاندان کے ماموں تھے، بعد کی شخصیات اپنا انتساب ان ہی کی طرف کرتی ہیں۔

(۲) عبدالرحمٰن بن محمد الکزبری الکبیرؒ (۱۱۰۰ھ/۱۱۸۵ھ)

(۳) محمد بن عبدالرحمٰن الکزبری الاوسطؒ (۱۱۴۰ھ/۱۲۲۱ھ)

(۴) عبدالرحمٰن بن محمد الکزبری الصغیرؒ (۱۱۸۴ھ/۱۲۶۲ھ)

چاروں شخصیات کی اَسناد کا مجموعہ "مجموع الأثبات الحديثية لآل الكزبري الدمشقيين وسيرهم وإجازاتهم" کے نام سے شیخ عمر بن موفق النشوقاتی کی تحقیق کے ساتھ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت اور دارالنوادر دمشق سے ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء میں طبع ہو چکا ہے، جس کے مقدمے میں اس خاندان اور اس کی عظیم شخصیات کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔

کزبری خاندان کے شرف وعظمت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جامع دمشق کے قبۃ النسر (مرکزی گنبد) کے نیچے تدریس حدیث کا منصب اس گھرانے میں ۱۳۷ سال تک رہا، ۱۱۹۶ھ سے یہ سلسلہ شروع ہوا جب شیخ محمد کزبریؒ نے اپنے استاذ شیخ علی الداغستانیؒ (ثبت ابن عابدین میں جن کا مفصل ترجمہ موجود ہے) کی نیابت میں یہاں حدیث کی تدریس شروع کی اور ۱۳۳۳ھ میں جب شیخ محمد علی بن سلیم کزبریؒ کی وفات ہوئی، اس خاندان کا یہ سلسلہ ختم ہوا۔

قبۃ النسر کے نیچے درس حدیث کا منصب: ایک مختصر تاریخ

جامع دمشق کے قبۃ النسر کے نیچے درس حدیث بلاد شام میں ایک عظیم الشان علمی منصب تھا، صاحب ''حلیۃ البشر'' شیخ عبدالرزاق بن حسن البیطارؒ (۱۲۵۳ھ/۱۳۳۵ھ) لکھتے ہیں:

"وقد اشتهر بين الخاص والعام أن وظيفة هذا الدرس مشروطة لأعلم علماء الشام"

''عوام وخواص کے درمیان یہ بات معروف ومشہور تھی کہ اس منصب پر خطۂ شام کی سب سے قابل اور ممتاز شخصیت ہی فائز ہوتی ہے''۔

شیخ عبدالرزاق بیطارؒ نے "نتيجة الفكر فيمن درس تحت قبة النسر" کے نام سے ایک رسالہ تصنیف کیا تھا جو بعد میں ان کے نواسے شیخ محمد بہجۃ البیطارؒ کی تعلیقات واضافات کے ساتھ دارالبشائرالاسلامیۃ سے شائع ہوا۔

اس رسالے میں قبۃ النسر جامع دمشق کے نیچے تدریس حدیث کی تاریخ اور محدثین کے اسمائے گرامی مختصر تذکرہ کے ساتھ ترتیب وار ذکر کیے گئے ہیں، جن میں سب سے پہلا نام محدثِ شام شیخ شمس الدین میدانی دمشقیؒ کا ہے جنھوں نے ۱۰۰۸ھ یا ۱۰۰۹ھ میں عصر کے بعد اس مقام پر صحیح بخاری کا درس شروع کیا، آپ تین مہینے: رجب، شعبان اور رمضان میں عصر کے بعد درس دیتے تھے، چوبیس یا پچیس سال آپ نے درس دیا، اس کے بعد سے سال میں انھیں تینوں مہینوں میں عصر بعد اس مقام پر درس حدیث کی روایت شروع ہوگئی اور یکے بعد دیگرے شام کے بڑے اور ممتاز علماء اس درس کے لیے منتخب ہوتے رہے، مثلاً:

* صاحب ''الکواکب السائرۃ'' شیخ نجم الدین غزیؒ جن کا تذکرہ علامہ کتانیؒ نے ان الفاظ میں کیا ہے: مسند الدنيا في عصره ومصره، شيخ الإسلام، ملحق الأحفاد بالأجداد، المنفرد بعلو الاسناد.

* شیخ علاء الدین حصکفی دمشقی (م: ۱۰۸۸ھ) (مفتی الحنفیۃ بدمشق)
* شیخ اسماعیل العجلونی الدمشقی (۱۰۸۷ھ/۱۱۶۲ھ) جن کے بارے میں علامہ کتانیؒ کے الفاظ یہ ہیں: محدث الشام وعالمها الزاهد الورع العابد.
* شیخ صالح الجنینی الدمشقی (۱۰۹۴ھ/۱۱۷۰ھ) جن کا تذکرہ علامہ کتانیؒ نے ان الفاظ میں کیا ہے: العلامة الرحلة مسند الشام في عصره وأعلى أهل الدنيا إسنادًا في زمانه. یہی وہ شخصیت ہیں جن کے بعض دروس میں شیخ شاکر عمریؒ کو بھی حاضر ہونے کا شرف حاصل ہے۔

الغرض! بلادشام کی ممتاز اور راسخ فی العلم شخصیات جامع دمشق کے قبۃ النسر کے نیچے درس حدیث کے منصب پر فائز ہوتی رہیں اور کزبری خاندان میں یہ منصب ۱۳۷ سال تک دائم وقائم رہا۔ (ثبت الفکر، ص: ۹۶، ۹۷)

ثبت ابن عابدین کی پہلی اشاعت

''ثبت ابن عابدین'' کو سب سے پہلے علامہ شامیؒ کے بھتیجے شیخ محمد ابوالخیر عابدینؒ نے اپنی تصحیح کے ساتھ پندرہ شوال ۱۳۰۲ھ میں دمشق کے مطبعۃ المعارف سے شائع فرمایا تھا جس کے آخر میں انھوں نے اپنے چچا (علامہ شامیؒ) کی اَسناد کا مجموعہ بھی شامل کر دیا تھا اور چچا کا مفصل تذکرہ بھی لکھا تھا۔

نئی تحقیقی اشاعت

پھر ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء میں شیخ محمد بن ابراہیم الحسین نے چھ مخطوطوں (جن میں خود مصنف کے قلم سے لکھا ہوا اور تصحیح شدہ مخطوطہ بھی شامل ہے جو دمشق کے معروف مکتبہ ظاہریہ میں رقم: ۱۳۰۸ پر محفوظ ہے اور ۴۹ صفحات میں ہے، جس کے ہر صفحے میں ۲۹ سطریں ہیں) کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی قیمتی تحقیقات وحواشی کے ساتھ ۱۷۶ صفحات میں دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت سے شائع کیا اور شیخ ابوالخیر عابدینؒ کے اضافات کو باقی رکھتے ہوئے مزید خاندان عابدین کی اہم شخصیات کا تعارف بھی شامل کر دیا ہے، جو اہم چیز ہے۔

شیخ عمر بن موفق النشوقانی کے بعض تحقیقی حواشی قابل توجہ اور اہمیت کے حامل ہیں، مثلاً دیکھیں: ص: ۴۴۵، حاشیہ: ۱، ۴۵۰ تا ۴۵۲، حاشیہ: ۱۔

یہ کتاب چونکہ علامہ شامیؒ نے بالکل ابتدائی عمر میں تصنیف فرمائی تھی؛ اس لیے اس میں علامہ شامی کی بعد کی خدمات کا ذکر نہیں آسکا، اگرچہ اس کی طباعت کے وقت شیخ ابوالخیر عابدین کے اضافات سے کسی حد تک اس کی تلافی ہوگئی ہے۔

درمختار پر حواشی (ردالمحتار) کی ایک اہم بنیاد

''ثبت ابن عابدین'' کے بالاستیعاب مطالعہ کے بعد یہ حقیقت سامنے آئی کہ علامہ حصکفیؒ کی کتاب درمختار سے علامہ شامیؒ کا خصوصی تعلق اور اس پر تحشیہ کا کام شیخ شاکر عمریؒ کا مرہون منت ہے؛ اس لیے کہ شیخ شاکرؒ نے یہ کتاب درمختار کے دو مشہور محشی شیخ حلبیؒ، شیخ رحمتیؒ اور جامع اموی میں درمختار کے مدرس ملا علی ترکمانیؒ سے براہ راست پڑھی تھی۔

شیخ رحمتیؒ کے بارے میں علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

وقد لازمه سيدي مدة مديدة وكان جل انتفاعه في الفقه منه وقرأ عليه شرح التنوير للعلائي وشرحه للمصنف المسمى بـ منح الغفار مع مراجعة الحواشي والبحر وكثير من كتب المذهب قراءة معتبرة بتأمل وإمعان، وقرأ عليه حصة من الأشباه والنظائر وغير ذلك، وله مع سيدي المذكور مراجعات ومطارحات وأسئلة وأجوبة نظما.

شیخ شاکرؒ: علامہ رحمتی کی خدمت میں طویل عرصہ تک رہے اور علم فقہ میں زیادہ استفادہ ان ہی سے کیا، آپ نے شیخ رحمتیؒ کے پاس علامہ علاؤالدین حصکفیؒ کی شرح التنویر (درمختار) علامہ تمرتاشی کی شرح ''منح الغفار، البحر الرائق'' اور مذہب حنفی کی متعدد اہم کتابیں گہرے تدبر اور حواشی کی اصل سے مراجعت کے ساتھ سمجھ کر پڑھیں، نیز ''الاشباہ والنظائر'' کا ایک حصہ بھی آپ سے پڑھا اور اس کے علاوہ اور بھی کتابیں پڑھیں، خاص بات یہ ہے کہ شیخ شاکر کے اپنے استاذ کے ساتھ علمی مباحثات ومناقشات ہوتے تھے اور آپ نظم کی شکل میں سوال وجواب کا اہتمام فرماتے تھے۔ (ثبت،ص:۱۰۵)

ملا علی ترکمانیؒ کے بارے میں علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

قد لازمه سيدي مدة من الزمان، وقرأ عليه في شرح التنوير للشيخ علاء الدين الحصكفي وله معه مراجعات ومطارحات.

اور خود ملا ترکمانیؒ اجازت نامہ میں لکھتے ہیں:

إن السيد محمد شاكر ممن جد في الاشتغال بالعلوم، ولازم درسنا في الجامع الشريف الأموي وذلك حين قراءتنا شرح التنوير للعلائي رحمه الله تعالىٰ، وبحث في الدرس أبحاثا مفيدة، ناشئة عن فهم وتأمل، جعله الله

تعالیٰ من الموفقین.

ترجمہ: سید محمد شاکر وہ شخصیت ہیں جنھوں نے علوم دین کے تئیں بڑی محنت کی اور جامع دمشق میں جب میں علامہ علاؤالدین حصکفی کی کتاب درمختار کا درس دیتا تھا، آپ اس میں برابر شریک ہوتے تھے انھوں نے درس میں جو مفید بحثیں کیں، وہ ان کی گہری سمجھ اور عمیق تدبر کی عکاس ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں باتوفیق بندوں میں شامل فرمائے۔ (ثب، ص:۱۷)

ان تفصیلات سے واضح ہوتا ہے کہ شیخ شاکر نے درمختار اپنے اساتذہ سے کافی تحقیق وتدقیق اور مناقشہ کے ساتھ پڑھی تھی، اس وجہ سے آپ کو درمختار کے مسائل پر عبور حاصل تھا اور آپ اس کتاب کے اسرار ورموز سے خوب واقف تھے، جس کی شہادت آپ کے اساتذہ نے بھی اپنی اجازت میں دی ہے، ظاہر ہے کہ شیخ شاکرؒ نے اپنے محبوب شاگرد (ابن عابدینؒ) کو اس کتاب کی اہمیت اور اس کے مغلق وپیچیدہ مقامات سے ضرور واقف کرایا ہوگا، اس طرح اگر غور کیا جائے تو ردالمحتار (حواشی درمختار) کی تصنیف کی ایک بڑی بنیاد شیخ شاکر کی صحبت میں رہ کر حاصل ہونے والی وہ خاص استعداد ہے جس کی وجہ سے درمختار کی عبارات کی تشریح، تنقیح اور توضیح کا شعور پیدا ہوا، غالباً اسی وجہ سے علامہ شامیؒ نے ردالمحتار میں اپنے شیخ کے شیخ علامہ حلبیؒ کے حواشی کا کثرت سے ذکر کیا ہے اور ''حاشیۃ الرحمتی'' سے بھی کافی استفادہ کیا ہے۔

(۲) مقدمات اور خاتمے

دوسرا اہم مصدر علامہ ابن عابدینؒ کے قلم سے لکھی ہوئی وہ تحریریں ہیں جو آپ نے ''ردالمحتار'' وغیرہ اپنی تصانیف اور رسالوں کے شروع اور آخر میں، نیز مختلف مقامات پر لکھی ہیں، یہ توضیحات بھی کافی اہمیت کی حامل ہیں، ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

مقدمۂ ردالمحتار

- ✻ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے ''ردالمحتار'' کے مقدمہ میں درج ذیل امور کا ذکر کیا ہے:
- ✻ اپنا حقیقی نام اور مشہور نام
- ✻ درمختار کی خصوصیات وامتیازات
- ✻ ردالمحتار کی تالیف کا پس منظر
- ✻ درمختار کے دو مشہور حواشی: حاشیۃ الحلبی اور حاشیۃ الطحطاوی سے خصوصی استفادہ
- ✻ شامی میں جگہ جگہ مذکور لفظ ''تامل اور فافہم'' کی مراد

* ردالمحتار کی تالیف کا منہج
* ردالمحتار کی تالیف کے بنیادی مصادر
* ردالمحتار کی وجہ تسمیہ
* شیخ حلبیؒ کی خدمت میں درمختار کے سبق کا مخصوص طریقہ
* شیخ حلبیؒ کی طرف سے درمختار اور دیگر مرویات کی اجازت
* شیخ شاکر عمریؒ کے واسطے سے درمختار کی روایت کا ذکر
* شارحِ اشباہ ہبۃ اللہ بعلیؒ کے واسطے سے فقہ حنفی کی مکمل سند
* ''تنویرالابصار'' کا تعارف اور خصوصیات
* علامہ تمرتاشیؒ کا ترجمہ اور ان کی تصانیف کا ذکر

''کتاب السرقۃ'' کی تبییض کے ختم پر لکھی ہوئی ایک قیمتی تحریر

علامہ شامیؒ جب ''ردالمحتار'' کی تسوید فرماتے ہوئے ''کتاب السرقۃ'' کے ختم تک (۱۲/۴۲۴، فرفور، اتحاد، دیوبند) پہنچے تو آپ نے صفر ۱۲۴۸ھ میں ایک قیمتی تحریر لکھی جو نسخۂ فرفور کے اعتبار سے تین صفحات پر مشتمل ہے (اصل عربی تحریر اور اس کا ترجمہ آگے شاملِ کتاب کیا گیا ہے) ردالمحتار کے منہج کے تعلق سے یہ تحریر بہت اہمیت رکھتی ہے۔

ایک اہم مکتوب

علامہ شامیؒ نے اپنے خاص شاگرد محمد عثمان الجابیؒ کے نام ایک مکتوب ارسال فرمایا تھا، جس میں آپ نے اپنی تصنیف کردہ کتابوں کے نام لکھے تھے، یہ خط آپ نے کب لکھا؟ اس کی تاریخ مل نہ سکی؛ البتہ خط کا پورا متن ''ثبت ابن عابدین'' کے آخر میں رسالة العلامة ابن عابدين لتلميذه محمد عثمان الجابي کے عنوان سے شامل ہے، اس خط میں علامہ شامیؒ نے اپنی تصانیف میں سب سے پہلے ''ردالمحتار'' کا ذکر کیا ہے اور اس کے منہج پر بھی مختصراً روشنی ڈالی ہے۔

منحۃ الخالق کا مقدمہ

منحۃ الخالق کے شروع میں بھی علامہ ابن عابدینؒ نے مقدمہ لکھا ہے، جس میں حاشیہ کے منہج پر مختصراً روشنی ڈالی ہے اور بطور خاص علامہ عمر بن نجیمؒ اور علامہ خیرالدین رملیؒ کے افادات سے استفادہ کا ذکر کیا ہے، گویا منحۃ الخالق کے دو اہم مصدر: ''النہرالفائق اور حاشیۂ رملی'' ہیں۔

علامہ علاء الدین آفندیؒ کی تحریر

علامہ ابن عابدین اور ردالمحتار کا ایک اہم مصدر وہ تحریر بھی ہے جو علامہ شامی کے خلف نشیں اور اکلوتے صاحبزادے، صاحبِ تکملہ علامہ علاء الدین آفندیؒ (ولادت: ۳؍ربیع الثانی ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۸ء، وفات: ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء) نے لکھی تھی، یہ تحریر بھی اپنے استناد اور جامعیت کے اعتبار سے بنیادی مصدر کی حیثیت رکھتی ہے، ظاہر ہے کہ علامہ شامیؒ کی زندگی کی عکاسی اُن کے مایہ ناز فرزند سے زیادہ بہتر کون کرسکتا ہے؟ شیخ محمد عبداللطیف صالح الفرفور نے علامہ ابن عابدین کی شخصیت پر شائع ہونے والی اپنی مفصل کتاب ''ابن عابدین واثرہ فی الفقہ الاسلامی'' میں تین بنیادی مصادر میں پہلا مصدر علامہ آفندی کی اسی تحریر کو قرار دیا ہے، یہ تذکرہ تکملہ ردالمحتار، یعنی: قرۃ عیون الاخبار فی تکملۃ ردالمحتار کے شروع میں مطبوعہ ہے، بعد میں بہت سے محققین نے بھی اہمیت واستناد کے پیش نظر علامہ شامیؒ کا مستقل تذکرہ لکھنے کے بجائے اسی کو نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے؛ چناں چہ ثبت ابن عابدین (عقود اللآلي في الأسانيد العوالي) کے آخر میں بھی یہ تذکرہ ملحق کیا گیا ہے۔

بندہ کو مدت سے اِس ضرورت کا احساس تھا کہ علامہ شامیؒ کا کوئی مختصر اور مستند تذکرہ اردو میں طبع ہونا چاہیے؛ تاکہ ان کے علوم سے استفادہ کرتے ہوئے ان کی مبارک زندگی کی خصوصیات مستحضر رکھنا آسان ہو، مسرت کا مقام ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے ایک ہونہار فاضل جناب مولانا مفتی محمد عاصم اعظمی زیدعلمہ نے اس تحریر کا اردو ترجمہ کرکے توضیحی حواشی کے ساتھ مستقل رسالہ کی شکل میں شائع کیا ہے، اب یہ رسالہ ''بقامت کہتر بہ قیمت بہتر'' کا مصداق ہونے کے ساتھ ساتھ دریا بکوزہ کی عمدہ مثال ہے۔

''ابن عابدین واثرہ فی الفقہ الاسلامی'' پر ایک نظر

بعد کی کتابوں میں یہاں ایک اہم مصدر کا ذکر ناگزیر ہے، یعنی: شیخ عبداللطیف محمد صالح کی شہرۂ آفاق تصنیف ''ابن عابدین وأثرہ فی الفقہ الاسلامی'' یہ کتاب شیخ فرفور کے دکتورہ کا مقالہ ہے جو مقدمہ، چار ابواب، خاتمہ اور چند ضمیموں پر محیط ہے، مقدمہ کے تحت فقہ اسلامی کا آغاز اور ترقی کے ادوار، مذاہب اربعہ کے وجود کا پس منظر اور شریعت پر وجودِ مذاہب کے اثرات، مذہب حنفی اور رجال احناف کا تعارف اور ان جیسی اہم ابحاث کو نہایت بسط وتفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

اس کے بعد علامہ شامیؒ کی شخصیت، حالات، ادوار، آپ کا فقہی رجحان، تصانیف ورسائل کی تفصیل، آپ کے دور کے سیاسی حالات کی منظرکشی، امراء کے تئیں آپ کا موقف، مادی ومعاشی

حالات کی تفصیل، دمشق میں تیرہویں صدی ہجری کی نمایاں شخصیات کی فہرست، اُس دور میں تصوف کی نوعیت، تصوف میں آپ کا مقام، آپ کے تعلق سے مصنّفین کی آرا، علمی کارناموں کا جائزہ، حاشیہ ردالمحتار کا تعارف، تنویرالابصار اور درمختار کا تعارف، ردالمحتار کی تالیف کا پس منظر، منہج، مطبوعہ ومخطوطہ نسخوں کا تعارف اور ردالمحتار کے مصادر ومراجع جیسے اہم عناوین پر بصیرت افروز کلام کیا گیا ہے۔

اس اہم کتاب کی طباعت کے بعد بظاہر کسی نئی کتاب کی ترتیب کی ضرورت نہیں تھی؛ لیکن ''علامہ شامی اور ردالمحتار'' ایک ایسا عنوان ہے جو مختلف جہات سے بحث وتحقیق کا متقاضی ہے، مزید برآں سابقہ کاوشوں کے خلا کو پر کرنا بھی تصنیف کا ایک اہم ہدف ہوتا ہے، حافظ ابن العربی اندلسی (م:۵۴۳ھ) نے ''عارضۃ الاحوذی'' کے مقدمے میں تصنیف کی جو دو اغراض لکھی ہیں، اگر ان کو پیش نظر رکھا جائے تو اس موضوع پر بلاشبہ ایک سے زیادہ تحقیقی تصانیف کی ضرورت ہے، اگرچہ یہ ناکارہ ہیچ مداں اس کی اہلیت نہیں رکھتا؛ تاہم اپنے مشفق اساتذہ، بالخصوص شیخ ومربی حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدت فیوضہم کی نظر ثانی اور اصلاح وترمیم کے بعد عجب نہیں کہ یہ ناچیز کاوش لائق مطالعہ بن جائے، وما ذلك على الله بعزيز.

* * *

مفہومِ قرآن اور مصنوعی ذہانت

تحریر و تخریج: ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے، جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے انسان وجنات کی رہنمائی کے لیے آخری نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ نازل فرمایا۔ قرآن پاک کا مفہوم وہی معتبر اور صحیح ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سمجھا ہو۔ قرآن پاک کی تفسیر کا کام نہایت احتیاط کا متقاضی ہے اور ہر کس و ناکس کا یہ کام نہیں کہ وہ محض قرآنی تراجم پڑھ کر عقلی طور پر قرآن پاک کی تفسیر و تشریح کرنے بیٹھ جائے۔ اگر کوئی شخص محض اپنی عقل کے بل بوتے پر قرآن کا مفہوم سمجھے اور پھر اس کو منشاءِ الٰہی قرار دے تو اس کو قرآن دشمنی پر محمول کیا جائے گا۔ نیز اگر کوئی چاہے کہ لغت کی کوئی کتاب لے کر بیٹھ جائے، اور اس میں الفاظ کے معنی دیکھ دیکھ کر قرآن کا مفہوم سمجھنا شروع کرے تو قیامت تک قرآن کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتا۔

آج کل مصنوعی ذہانت کا بہت چرچا ہے اور یہ بات عوام میں پھیلائی گئی ہے کہ مصنوعی ذہانت کے سسٹم انسانی ذہانت سے کہیں آگے نکل چکے ہیں۔ مصنوعی ذہانت کے عنوان سے دین اور دینی علوم کی اساس کو نشانہ بنانے کی کوششیں اپنے عروج پر ہیں۔ باطل قوتوں کی یہ کوشش اور سوچ ہے کہ مصنوعی ذہانت یعنی آرٹیفیشل انٹیلیجنس کا استعمال کرتے ہوئے قرآنِ پاک کی جدید تفسیر و ترجمہ کیا جائے۔ اس کے لیے براہ راست اگر یہود و نصاریٰ کو استعمال کیا جائے گا تو مسلمانوں میں اس تفسیر و ترجمۂ قرآن کو مقبولیتِ عامہ نہ مل سکے گی؛ البتہ اگر یہی تفسیر و ترجمہ کسی مسلمان، بالخصوص برصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے کسی مسلمان نے کیا ہو تو اس تفسیر و ترجمۂ قرآن کو برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں میں قبولیت ملنے کے زیادہ امکانات ہیں۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم مسلمانوں ہی میں سے کچھ صاحبانِ علم، باطل قوتوں اور مستشرقین

کے غیر دانستہ طور پر آلۂ کار بن رہے ہیں اور مصنوعی ذہانت کو استعمال کرتے ہوئے قرآن پاک کی تفسیر و ترجمہ پر کام کر رہے ہیں اور ایسے سوالات اٹھا رہے ہیں جو کہ بالکل نئے طرز کے ہیں۔ گو کہ ایسے حضرات بڑے اخلاص سے ان باتوں کی ترغیب دیتے ہیں کہ ہم تو مصنوعی ذہانت کی ٹیکنالوجی کو قرآن فہمی کے لیے استعمال کر رہے ہیں اور مصنوعی ذہانت کو علومِ قرآن میں استعمال کر کے کئی فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں، مثلاً اس سے مدارسِ دینیہ کے طلبائے کرام میں علمِ تفسیر میں علمی رسوخ، استعداد اور صلاحیت بڑھے گی مگر حقیقتِ حال یہ ہے کہ چونکہ ایسے لوگوں کو سائنسی علوم میں رسوخ نہیں، مصنوعی ذہانت کی تکنیکی باریکیوں و خامیوں کا علم نہیں، غالباً اسی وجہ سے وہ نادانستہ طور پر مصنوعی ذہانت کو قرآن فہمی میں استعمال کرنے کو فروغ دے رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ملکی و عالمی سطح پر ایسی کوششیں جاری ہیں کہ کس طریقے سے مصنوعی ذہانت کو علومِ قرآنی میں استعمال کیا جائے۔

اس مضمون میں ہم مفہومِ قرآن اور مصنوعی ذہانت سے متعلق کچھ سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کریں گے۔ اول، مصنوعی ذہانت کے علومِ قرآنی میں استعمال سے کیا مراد ہے؟ دوم، مصنوعی ذہانت میں کتنی ذہانت ہے؟ سوم، کیا مصنوعی ذہانت سے قرآن کا صحیح مفہوم سمجھا جاسکتا ہے؟ چہارم، کیا مصنوعی ذہانت سے قرآنِ پاک کا ترجمہ و تفسیر کی جاسکتی ہے اور کیا ایسا ترجمہ و تفسیر مسلمانوں کے نزدیک معتبر ٹھہرے گا؟

مصنوعی ذہانت کے علومِ قرآنی میں استعمال سے مراد

قارئین کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ کمپیوٹر تو سہولت لے کر آیا ہے اور کمپیوٹر کے استعمال سے تو علوم القرآن کی خدمت کی گئی ہے۔ مثلاً قرآن پاک کی طباعت کے اندر کمپیوٹر کے استعمال سے کس قدر اُمت کو فائدہ حاصل ہوا ہے۔ کمپیوٹر کے استعمال سے کسی خاص آیت، مضمون، یا حرف کو قرآن پاک میں ڈھونڈنا کتنا آسان ہوگیا ہے۔ لیپ ٹاپ یا موبائل فون پر کوئی قرآن پاک کی ایپلی کیشن کھولیے، کسی بھی آیت تک سیکنڈوں سے بھی کم وقت میں پہنچ جایئے، اُس آیت کا شانِ نزول اور تفسیر مع حوالہ جات دیکھے جاسکتے ہیں۔ کمپیوٹر کی مدد سے مختلف قرأۃ میں قرآن کی تلاوت سنی جاسکتی ہے۔

مصنوعی ذہانت میں ہونے والی ترقی کو مختلف طریقوں سے علوم القرآن میں استعمال کیا جارہا ہے مثلاً مختلف قاری حضرات کی تلاوت آڈیو میں موجود ہو تو مصنوعی ذہانت کے ذریعے پتہ چلایا جاسکتا ہے کہ کون کی قراۃ کس قاری نے کس لہجے میں کی ہے۔ آج کل تو مصنوعی ذہانت کے ایسے

سافٹ وئیر دستیاب ہیں جس میں اگر کوئی شخص قرآن پاک کی تلاوت کرے تو کمپیوٹر یا موبائل اسکرین پر وہ سافٹ وئیر تلاوت کی گئی قرآنی آیات لکھنا شروع کردے گا، جیسے جیسے وہ شخص تلاوت کرتا جائے گا، کمپیوٹر اسکرین پر وہ قرآنی آیت لکھتا چلا جائے گا، اگر کہیں غلطی ہوگی تو اس کی نشاندہی کردے گا۔ اس طرح کے سافٹ وئیر بنانے والے یہ دعویٰ کررہے ہیں کہ اُن کا تیار کردہ اپلی کیشن قرآن پاک حفظ کرنے والوں کو حفظِ قرآن میں مدد فراہم کرے گا۔ نیز مصنوعی ذہانت کو استعمال کرتے ہوئے اگر کوئی قاری کسی آیت کے پہلے حصے کی تلاوت کررہا ہے تو اگلہ جملہ یا لفظ کون سا آئے گا، یہ صلاحیت بھی آج کل سافٹ وئیر کے اندر موجود ہے۔ اس سے بڑھ کر مصنوعی ذہانت سے قرآن پاک سے متعلق مختلف آرا، تفاسیر اور تراجم، چند لمحوں میں ہمارے سامنے آجاتے ہیں؛ بلکہ یہ مصنوعی ذہانت کے سافٹ وئیر ان کا تجزیہ بھی پیش کردیتے ہیں۔

مصنوعی ذہانت سے متاثر ہوکر بعض لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ ''مصنوعی ذہانت ہمیں قرآن کے ایسے پہلوں کو سمجھنے میں مدد کرسکتی ہے جو پہلے اوجھل تھے۔ اس سے ہر زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا جاسکتا ہے جس سے دنیا بھر کے لوگ قرآن کو اپنی زبان میں سمجھ سکتے ہیں''۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مصنوعی ذہانت کے علومِ قرآنی میں استعمال سے ہماری کیا مراد ہے؟ کیا مصنوعی ذہانت کو علوم القرآن میں استعمال کیا جاسَکتا ہے؟ یا نہیں؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو پھر مفتیانِ کرام اس کی حد ود وقیود کیا بتاتے ہیں؟ اگر نہیں کیا جاسکتا تو کیوں نہیں کیا جاسکتا؟ نیز بطور کمپیوٹر سائنسدان ہم کیوں یہ کہہ رہے ہیں کہ مصنوعی ذہانت کے سافٹ وئیر کو دینی علوم بالخصوص قرآنِ پاک کی تفسیر وترجمہ کے لیے ہرگز ہرگز استعمال نہ کیا جائے؟

قارئین کو یہ واضح رہنا چاہیے کہ مصنوعی ذہانت کو علوم القرآن میں ہرگز استعمال نہیں کرنا چاہیے؛ کیونکہ مصنوعی ذہانت کے سافٹ وئیر خود سے مواد بنارہے ہوتے ہیں۔ ''خود سے مواد'' بنانے سے مراد یہ نہیں ہے کہ مصنوعی ذہانت کے سافٹ وئیر میں کوئی اشرف المخلوق انسانوں جیسی تخلیقی صلاحیت و ذہانت آگئی ہے؛ بلکہ مصنوعی ذہانت کے سسٹم، بالخصوص، لارج لینگویج ماڈلز؛ چونکہ ''اگلے ٹوکن کی پیشین گوئی'' کی بنیاد پر کام کرتے ہیں یعنی اگلے جملوں کی پیشین گوئی کررہے ہوتے ہیں لہٰذا ان سافٹ وئیر کا کام کرنا قطعی طور پر بھی انسانوں کے سوچنے، سمجھنے اور انسانی ذہانت کے مقابل نہیں ہوسکتا۔ الغرض، سائنسدانوں اور مصنوعی ذہانت کے ماہرین کے مطابق مصنوعی ذہانت کے ان کمپیوٹر پروگرامز کو انسانی ذہانت کے برابر تسلیم کرلینا سائنسی وتکنیکی طور پر درست نہیں۔

جب ہم مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئرز سے قرآن پاک کا ترجمہ وتفسیر یا خلاصہ وتجزیہ کروارہے ہوتے ہیں تو دراصل مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر یہ ترجمہ، تفسیر یا تجزیہ ''اگلے حُروف کی پیشین گوئی'' کی بنیاد پر کرتے ہیں اوراس ترجمہ، تفسیر، تجزیہ اور خلاصہ وغیرہ سے عام انسان کو یہ تاثر ملتا ہے کہ یہ سافٹ ویئر خود سے کوئی بہت ہی زیادہ ذہانت والا مواد تخلیق کرر ہے ہیں۔ دیکھیے ! اگر کمپیوٹر میں ہم قرآن پاک کی کئی عربی تفاسیر مثلاً تفسیر کبیر، تفسیر روح المعانی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، اور تفسیر ابی السعود اور پھر متاخرین علماء کی اردو تفاسیر، مثلاً معارف القرآن، بیان القرآن، تفسیر عثمانی اور آسان تفسیرِ قرآن از حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم مہیا کردیں اور پھر کوئی کسی آیت کا کمپیوٹر سے ترجمہ پوچھے اور پھر کمپیوٹر، مصنوعی ذہانت کا استعمال کرتے ہوئے، ہمیں اس آیت کی تفسیر اور ترجمے ان تمام پہلے سے کمپیوٹر کومہیا کی گئی تفاسیر سے لاکر دکھادے تو علمائے کرام کے مطابق ایسا کرنا درست ہے اوراس طرح سے کمپیوٹر اور مصنوعی ذہانت سے علوم القرآن میں استفادہ کرنا درست ہے۔اس کے برعکس اگر مصنوعی ذہانت کے پروگرامز کمپیوٹر میں مہیا کی گئی تمام تفاسیر، حتیٰ کہ پوری دنیا میں قرآن پاک کی جتنی تفاسیر آج تک لکھی گئیں ہیں، ان سب سے استفادہ کرے، اور پھر مصنوعی ذہانت خود سے، ''اگے حُروف کی پیشین گوئی'' کی بنیاد پر اپنا تخلیق کردہ ترجمہ وتفسیر تیار کرے تو علمائے کرام کے مطابق ایسی کوئی بھی کوشش کسی بھی درجے میں قابلِ قبول نہیں۔ بس آج کل کے مصنوعی ذہانت کے پروگرامز و سافٹ ویئر مثلاً چیٹ جی پی ٹی وغیرہ کی یہی وہ صلاحیت اور طریقہ کار ہے جس کی جانب ہم اپنے اس مضمون میں قارئین کو توجہ دلا رہے ہیں۔

مصنوعی ذہانت میں کتنی ذہانت ہے؟ کیا مصنوعی ذہانت انسانی ذہانت سے تجاوز کرجائے گی؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مصنوعی ذہانت میں کتنی ذہانت ہے؟ اور کیا مصنوعی ذہانت کے سسٹم انسانی ذہانت سے کہیں آگے نکل چکے ہیں؟ یا نکلنے والے ہیں؟ اور کیا مصنوعی ذہانت کے پروگرام (اور روبوٹس یا مشین) مستقبل میں اتنی ذہین ہوجائیں گی کہ انسانیت کو اس سے خطرہ لاحق ہوجائے گا؟ ان سوالات کا جواب ہم مصنوعی ذہانت کے ماہرین کمپیوٹر سائنسدانوں کی آرا کو سامنے رکھ کر سمجھتے ہیں۔

آج کل جو مصنوعی ذہانت کا چرچا ہمیں نظر آتا ہے اس کی تکنیکی اساس اور بنیادیں رکھنے والے سائنسدانوں میں پروفیسر یان لی کن Professor Yann LeCun شامل ہیں۔ یہ پروفیسر ان کمپیوٹر سائنسدانوں میں شامل ہیں جن کے سائنسی تحقیقی کاموں کی بدولت انھیں ''بابائے مصنوعی

ذہانت‘‘ بھی کہا جاتا ہے۔ انھیں کمپیوٹر سائنس کی دنیا کا سب سے بڑا ایوارڈ یعنی ٹیورنگ ایوارڈ Turing Award سن ۲۰۱۸ء میں دیا گیا۔ ٹیورنگ ایوارڈ کو کمپیوٹر سائنس کا نوبل پرائز بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کمپیوٹر سائنسدان دراصل ’’نیورل نیٹ ورک‘‘ مصنوعی ذہانت کا ایک شعبہ کے بانیوں میں شمار کیے جاتے ہیں، جس کی بنیاد پر بغیر ڈرائیور کے چلنے والی گاڑیاں Self-Driving Car اور چیٹ جی پی ٹی کام کرتے ہیں۔ پروفیسر یان لی کن فرانسیسی نژاد امریکی کمپیوٹر سائنسدان ہیں اور نیویارک یونیورسٹی، امریکہ میں اپنی خدمات انجام دیتے آئے ہیں۔ یہ میٹا کمپنی (فیس بک کا نیا نام) میں چیف آے آئی سائنٹسٹ ہیں۔ اس کے ساتھ یہ اے سی ایم فیلو ACM Fellow بھی ہیں۔ نیچر جرنل، جو کہ دنیا کے بہترین سائنسی جرائد میں سے ایک سائنسی جریدہ ہے، میں ان کا ۲۰۱۵ء میں چھپنے والا ’’ڈیپ لرننگ‘‘ کے موضوع پر سائنسی تحقیقی مقالہ مصنوعی ذہانت کے بنیادی مآخذ میں سے ایک ہے جس کو سائنسی دنیا میں بہت زیادہ پذیرائی ملی۔

مشہور کاروباری شخصیت اور سرمایہ کار ایلون مسک، جو کہ ٹیسلا اور اسپیس ایکس کے بانی بھی ہیں، سے جب پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ کچھ ہی عرصے میں لارج لینگویج ماڈلز جیسے چیٹ جی پی ٹی انسانی ذہانت کو پیچھے چھوڑ دے گی، جسے ’’آرٹیفیشل جنرل انٹیلیجنس‘‘ Artificial General Intelligence یعنی ’’مصنوعی عمومی ذہانت‘‘ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ مصنوعی ذہانت اور روبوٹس اتنے ذہین ہوجائیں گے کہ ان کو کنٹرول کرنا انسان کے بس سے باہر ہوجائے گا؛ جب کہ اس کے برعکس پروفیسر یان لی کن کہتے ہیں:

> Many of them are banking on the idea that todays large language model-based AIs, like those from OpenAI, are on the near-term path to creating so-called artificial general intelligence,or AGI, that broadly exceeds human level intelligence.
>
> OpenAIs Sam Altman last month said we could have AGI within a few thousand days. Elon Musk has said it could happen by 2026.
>
> LeCun says such talk is likely premature. When a departing OpenAI researcher in May talked up the need to learn how to control ultra-intelligent AI, LeCun pounced. It seems to me that before urgently figuring out

how to control AI systems much smarter than uswe need to have the beginning of a hint of a design for a system smarter than a house cat,he replied on X.

''مجھے ایسا لگتا ہے کہ فوری طور پر یہ معلوم کرنے سے پہلے کہ مصنوعی ذہانت کے پروگرامز جو کہ ہم انسانوں سے زیادہ ذہین ہوں کو کیسے کنٹرول کیا جائے، ہمیں ضرورت ہے کہ کوئی ایسا اشارہ ملے کہ کس طریقے سے ایسا مصنوعی ذہانت کا نظام بنایا جائے جس میں گھریلو بلی جتنی ذہانت ہو''۔

پروفیسر یان لی کن کہتے ہیں گو کہ مصنوعی ذہانت کے کمپیوٹر پروگرامز (الگورتھم) بہت طاقتور ہیں؛ مگر وہ نہیں سمجھتے کہ مصنوعی ذہانت سے انسانیت کو کوئی خطرہ لاحق ہے۔اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ موجودہ مصنوعی ذہانت کسی بھی معنوں میں ذہین نہیں ہے۔نہایت اہم بات یہ ہے کہ مصنوعی ذہانت کے کمپیوٹر پروگرامز (الگورتھم) بنانے والے ہی یہ کہتے ہیں کہ مصنوعی ذہانت کے اندر ایک عام سے جانور یعنی بلی جتنی بھی ذہانت نہیں ہے۔

LeCun also has publicly disagreed with Hinton and Bengio over their repeated warnings that AI is a danger to humanity.

At the same time, he is convinced that todays AIs arent, in any meaningful sense, intelligent.

He likes the cat metaphor. Felines, after all, have a mental model of the physical world, persistent memory, some reasoning ability and a capacity for planning, he says. None of these qualities are present in todays frontierAIs, including those made by Meta itself.

Todays models are really just predicting the next word in a text, he says. But theyre so good at this that they fool us. And because of their enormous memory capacity, they can seem to be reasoning, when in fact theyre merely regurgitating information theyve already been trained on.

''گھریلو پالتو بلی کے اندر جو صلاحیت، صفات، اور ذہانت پائی جاتی ہے، مثلاً کہ وہ اپنے دماغ میں حقیقی دنیا کا ایک ماڈل بناتی ہے، اس کی قائم رہنے والی یادداشت، اس

کے استدلال کی صلاحیت، اور منصوبہ بندی کی استعداد، یہ سب چیزیں مروجہ مصنوعی ذہانت کے ماڈلز میں نہیں پائی جاتیں حتی کہ ''میٹا'' کمپنی کے اپنے بنائے گئے ماڈلز میں بھی نہیں''۔

''آج کل کے مصنوعی ذہانت کے ماڈلز صرف متن کے اگلے حروف کی پیشین گوئی کرتے ہیں؛ لیکن وہ ایسا کرنے میں اتنے اچھے ہیں کہ وہ ہمیں بیوقوف بناتے ہیں اور ان کی یاداشت کی بہت زیادہ صلاحیت کی وجہ سے، وہ استدلال کرتے دکھائی دے سکتے ہیں؛ جب کہ درحقیقت وہ معلومات کو محض اگل رہے ہوتے ہیں (یعنی معلومات کو دھرا رہے ہوتے ہیں بغیر تجزیہ یا سمجھے ہوئے) جس پر وہ پہلے ہی تربیت پا چکے ہوتے ہیں''۔

مصنوعی ذہانت اور ذہانت کی آخری انتہا؟

مصنوعی ذہانت کے پروگرامز کی کتنی استعداد اور صلاحیت ہے؟ اور ان مصنوعی ذہانت کی ذہانت کی آخری انتہا کیا ہوسکتی ہے؟ اس کو سمجھنے کے لیے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ اگر ہمارے پاس انگریزی کی ایک سب سے بڑی ڈکشنری (لغت) موجود ہے جس میں انگریزی زبان کے تمام حروف والفاظ موجود ہوں تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ پوری دنیا میں آج تک جتنا بھی مواد انگریزی زبان میں لکھا اور بولا گیا وہ اس ڈکشنری میں موجود لفظوں کے ہیر پھیر (یعنی ایک خاص ترتیب سے ان لفظوں اور حرفوں کو قواعد زبان یعنی گرامر کے حساب سے یکجا کرنا) سے ہی لکھا اور بولا گیا ہے؟ یقیناً اس میں کوئی شک نہیں کہ انگریزی زبان میں آج تک جتنے ناول، افسانے، اشعار، سفرنامے، مکتوبات، تدریسی کُتب، تحقیقی کُتب، سوانح، اور ڈرامے وغیرہ لکھے گئے ہیں انھیں اس ڈکشنری میں موجود لفظوں کی مدد سے ہی تحریر کیا گیا ہے؛ مگر ہم یہ دیکھیں گے کہ اس انگریزی تحریر کا لکھنے والا مصنف کون ہے؟ اس کی تعلیمی قابلیت کیا ہے؟ اس کا علمی مقام کیا ہے؟ اس کا تجربہ کیا ہے؟ اور وہ اپنے لکھے ہوئے مضمون پر کتنا اختصاص رکھتا ہے؟ اس کی لکھی گئی تحریر کی قانونی حیثیت کیا ہے؟

اگر کوئی آسکر وائلڈ کی تحریروں کو یہ کہہ کر مسترد کردے کہ اس کی تحریروں میں کیا کمال ہے؟ صرف انگریزی ڈکشنری کے لفظوں کے ہیر پھیر سے ہی تو آسکر وائلڈ نے اپنی تحریریں لکھیں ہیں۔ تو کیا کوئی عقلمند اس کو تسلیم کرے گا؟ اسی طریقے سے کوئی بخاری شریف کے بارے میں ''معاذ اللہ'' یہ کہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ کا بخاری شریف لکھنے میں کیا کمال ہے؟ یہ تو صرف عربی قاموس کے لفظوں کا ہیر پھیر ہے۔ اس طریقے کی بات کہنا کفر تک لے جاتی ہے۔ اگر کوئی علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ

کی ''صحیح مسلم'' پر شہرہ آفاق شرح ''فتح الملہم'' کے بارے میں یہ کہے کہ یہ تو صرف عربی قاموس کے لفظوں کا ہیر پھیر ہے۔اسی طریقے سے کوئی یہ کہے کہ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے جو 1976 میں اس شرح کی تکمیل کا کام ''تکملہ فتح الملہم'' کے نام سے شروع کیا اور اٹھارہ سال نو مہینے کے بعد 3 /اگست 1994ء کو ''تکملہ فتح الملہم'' کا کام چھ جلدوں کی صورت میں پایۂ تکمیل کو پہنچایا (حوالہ: حضرت مفتی محمد تقی عثمانی، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، نوائے وقت، ۸/جنوری ۲۰۲۱ء)، اس میں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے کیا کمال کیا؟ یہی کام تو مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر بہت ہی قلیل عرصے میں انجام دے لیں گے، آپ صرف ان مصنوعی ذہانت کے کمپیوٹر پروگرامز کو حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ کی تحریر کا اسلوب بتا دیجیے، پھر دیکھیے ان سافٹ ویئر کا کمال، کیسے وہ اس شرح کی تکمیل کرتے ہیں۔قارئین یاد رکھیں کہ ہم یہ فرضی باتیں نہیں کہہ رہے؛ بلکہ اسی دنیا میں ایسے صاحبِ علم حضرات موجود ہیں جو یہ باتیں کہتے ہیں؛ بلکہ اس سے بڑھ کر وہ قرآن پاک کی تفسیر سے متعلق ایسی باتیں کہتے ہیں۔معاذ اللہ۔

دیکھیے! قرآن پاک کے متعلق بھی تو کچھ لوگ یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی تو ڈکشنری کے لفظوں پر مشتمل ایک تحریر ہے؛ مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔قرآن پاک کو دنیا کی تمام تحریروں پر فوقیت حاصل ہے کیونکہ یہ ڈکشنری کے لفظوں کا ہیر پھیر نہیں؛ بلکہ یہ ''کلام اللہ'' ہے۔قرآن پاک کے ہر ہر لفظ کی عظمت ہے، اسی لیے ''قرآنِ مجید مصحف میں دیکھ کر پڑھنا افضل ہے؛ اس لیے کہ مصحف کو دیکھنا، اس کو چھونا اور اس کو اٹھانا، یہ اس کا احترام ہے اور اس میں معانی میں زیادہ تدبر کا موقع ملتا ہے، نیز اس میں ادب بھی زیادہ ہے'' (حوالہ: دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن)۔نیز ''قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے، جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے انسان و جنات کی رہنمائی کے لیے آخری نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ نازل فرمایا۔قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، مخلوق نہیں۔قرآن کریم لوحِ محفوظ میں ہمیشہ سے ہے۔اللہ تعالیٰ کے جو فیصلے ملأ اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر تحریر ہیں، وہ کسی بھی تبدیلی سے محفوظ ہونے کے ساتھ شیاطین کے شر سے بھی محفوظ ہیں؛ اس لیے اس کو لوحِ محفوظ کہا جاتا ہے۔اس کی شکل وصورت و حجم کیا ہے؟ ہم نہیں جانتے: مگر قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم اس پر ایمان لائے ہیں'' (حوالہ: مفتی محمد نجیب قاسمی سنبھلی، قرآن کریم کا تعارف اور ہماری ذمہ داری، ماہنامہ بینات، اپریل-مئی ۲۰۲۰ء)۔

اسی طریقے سے احادیث مبارکہ کے متعلق بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ صرف ڈکشنری کے لفظوں

کے ہیر پھیر سے کلام بنایا گیا ہے؛ مگر یہ کہنا درست نہیں؛ کیونکہ عام محدثین کی اصطلاح میں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہر چیز کو حدیث کہا جاتا ہے (حوالہ: دارالافتاء دارالعلوم دیوبند)، جب کہ ایک عام آدمی حدیث سے یہ مراد لیتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کلام ہے۔ اسی طریقے سے فقہائے کرام کے اقوال پر بھی کوئی یہ غلط منطق لگا سکتا ہے۔

آج کل کے مروجہ عالمی قوانین کی مثال لے لیتے ہیں۔ کوئی یہ بھی تو کہہ سکتا ہے کہ امریکہ، برطانیہ، فرانس، اور پاکستان کے آئین بھی تو اسی ڈکشنری کے لفظوں کی مرہونِ منت ہیں؛ مگر ان ملکوں کے آئین کی قانونی حیثیت سب کو معلوم ہے۔ اسی طریقے سے سپریم کورٹ سے جاری ہونے والے فیصلے بھی تو اسی ڈکشنری کے لفظوں کی ہیر پھیر ہیں؛ مگر ان لفظوں کی اپنی افادیت، اثر اور قانونی حیثیت ہے۔ دیکھیے! اگر کسی جرم کی سزا میں سپریم کورٹ کا جج فیصلہ کرتا ہے اور مجرم کو عمر قید کی سزا ملتی ہے تو کیا کوئی اس سزا کو ٹال دے گا اور کہے گا کہ یہ تو محض ڈکشنری کے لفظوں کا ہیر پھیر ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں، بلکہ اس سپریم کورٹ کے جج کی اس تحریر کی اپنی ایک قانونی حیثیت ہے اور اس تحریر کا ایک اثر پڑتا ہے اور ایک مجرم کو عمر قید کی سزا ملے گی۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ ہم مصنوعی ذہانت کے پروگرام مثلاً چیٹ جی پی ٹی سے اسی طریقے کا فیصلہ لکھوا لیتے ہیں جو کہ اس سپریم کورٹ کے جج کے فیصلے کے متن سے شاید زیادہ فصیح و بلیغ ہو؛ مگر کیا اس تحریر کی کوئی قانونی، اخلاقی، سیاسی، اور علمی و عملی حیثیت ہوگی؟ نہیں! بس اسی طریقے سے کلام اللہ، احادیثِ مبارکہ، فقہائے کرام کے اقوال اور دیگر اہم تحریروں کو ہم چیٹ جی پی ٹی سے لکھوا کر اصل کلام اللہ، اصل احادیث مبارکہ، اور اصل فقہائے کرام کے اقوال کے مساوی ہرگز ہرگز قرار نہیں دے سکتے۔ جو لوگ مصنوعی ذہانت اور چیٹ جی پی ٹی سے حد درجہ تک متاثر ہیں تو کیا وہ لوگ خود اپنی عملی زندگی میں بھی اس کو ہر شعبے میں استعمال کرتے ہیں؟ کیا ایسے لوگوں نے ڈاکٹر و سرجن کے پاس جانا چھوڑ دیا؟ کیا اپنے قانونی معالات کے تصفیہ کے لیے کورٹ کچہریوں میں جانا چھوڑ دیا؟ کیا گھر میں پلمبر، الیکٹریشن اور بڑھئی کو بلوانا چھوڑ دیا؟ کیا اپنے بچوں کو یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے سے روک دیا؟ یقیناً ایسے لوگ بھی اپنے سارے کام چیٹ جی پی ٹی سے نہیں کرواتے تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ دینی علوم کو ہی اپنا تختۂ مشق بناتے نظر آتے ہیں؟

اس اُمت نے ''منکرین حدیث'' کا فتنہ بھی دیکھا ہے۔ انکارِ حدیث کا عبرتناک انجام حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''حدیث پر اعتماد نہ کرنے والوں کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یا

پوری امت میں سے ایک کو نا قابلِ اعتماد قرار دینا ہوگا۔ استغفر اللہ! آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ زید کا کلام عمرو نقل کرے، سننے والے کو زید کے صدق کا یقین ہو اور عمرو پر اعتماد ہو کہ وہ نقل میں جھوٹا نہیں؛ لیکن اس کے باوجود کہے، کہ یہ کلام جھوٹا ہے۔ بہر حال یہاں یہ سوال کسی خاص حدیث کا نہیں؛ بلکہ مطلق حدیث کا ہے۔ جب اس کا انکار کیا جائے گا اور اسے نا قابلِ اعتماد قرار دیا جائے گا تو اس صورت میں یا خود صاحب حدیث صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے اعتماد اٹھانا ہوگا یا پوری امت کو غلط کار اور دروغ گو کہنا ہوگا۔ انکار حدیث کی تیسری کوئی صورت نہیں۔ اور ان دونوں کا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ اگر معاذ اللہ خود صاحب حدیث صلی اللہ علیہ وسلم یا چودہ سو سالہ امت سے اعتماد اٹھالیا جائے تو اس کے معنی اس کے سوا اور کیا ہیں؟ کہ اسلام اور قرآن پر بھی ان کا اعتماد نہیں۔ اور دین و ایمان کے ساتھ بھی ان کا کچھ واسطہ نہیں۔ ان حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بے اعتمادی کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں کو ایک لمحہ کے لیے بھی یہ خیال دل میں نہ لانا چاہیے کہ اس تمام ترسعی مذموم کے باوجود وہ اسلام اور قرآن کو بے اعتمادی کے جھگڑے سے محفوظ رکھ سکیں گے۔'' (حوالہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، انکار حدیث کیوں؟، ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ 9-10، جلد: 94 رمضان ذیقعدہ 1431ھ مطابق ستمبر اکتوبر 2010)

کلام اللہ شریف یا احادیث کی صحیح سمجھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو آئی۔ نیز آج کا انسان قرآن و حدیث کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ نہیں سمجھ سکتا؛ لہٰذا ہمیں ہر صورت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد کرنا پڑے گا ورنہ ہم گمراہی کے دلدل میں پھنس جائیں گے۔ اگر کوئی یہ ترغیب دے کہ مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ وہ کسی حدیث کی تشریح کردے، اس کا سیاق وسباق بیان کردے، اس سے مسائل کی تخریج کرلے تو یہ بات بالکل غلط ہوگی؛ کیونکہ مشین کے اندر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ سمجھ نہیں ہوسکتی اور نہ ہی مصنوعی ذہانت کی مشینوں نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔ لہٰذا مفتیانِ کرام کے مطابق مصنوعی ذہانت کے پروگرامز کو علومِ وحی کے سمجھنے، سیکھنے سکھانے اور ترویج واشاعت کے لیے ہرگز ہرگز استعمال نہ کیا جائے؛ بلکہ جو ''خیر القرون'' میں طریقہ کار اختیار کیے گئے ہیں یعنی ''سینہ بہ سینہ علوم کی منتقلی'' اور ''سند''، انہی پر انحصار اور انہی کے ذریعے دینی علوم کو اگلی نسل تک منتقل کرنا چاہیے۔

قرآن پاک کا ترجمہ وتفسیر کا کام انسانوں نے انجام دیا ہے۔ بڑے بڑے مفسرین نے قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر کی ہے؛ مگر وہ لوگ اللہ کے ولی تھے، دینی علوم میں مہارت رکھتے تھے اور ان میں تقویٰ وللّٰہیت تھی۔ اس کے علاوہ جن لوگوں نے عقل لڑا کر قرآن کا ترجمہ وتفسیر کی، وہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ لہٰذا جن لوگوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر اپنی رائے پر ترجمہ وتفسیر کیا، ان لوگوں میں للّٰہیت، اتباعِ سنت، تقویٰ اور سینہ بہ سینہ علوم کی منتقلی نہیں ہوئی تھی، اسی وجہ سے ان کے ترجمہ وتفسیر کو امت نے بحیثیتِ مجموعی تسلیم نہیں کیا۔ آج کے دور میں اگر کوئی مصنوعی ذہانت کے پروگرامز سے یہ توقع رکھتا ہے کہ ان سے ہم قرآن پاک کا ترجمہ، تفسیر، خلاصہ اور کسی آیت سے حکم نکال سکتے ہیں تو ایسا کرنا غیر مناسب ہوگا۔

قرآن پاک کا مفہوم وہی معتبر اور صحیح ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سمجھا ہو۔ قرآن پاک کی تفسیر کا کام نہایت احتیاط کا متقاضی ہے اور ہر کس وناکس کا یہ کام نہیں کہ وہ محض قرآنی تراجم پڑھ کر عقلی طور پر قرآن پاک کی تفسیر وتشریح کرنے بیٹھ جائے۔ اگر کوئی شخص محض اپنی عقل کے بل بوتے پر قرآن کا مفہوم سمجھے اور پھر اس کو منشاءِ الٰہی قرار دے تو اس کو قرآن دشمنی پر محمول کیا جائے گا۔ مفہوم القرآن کی مزید وضاحت درجِ ذیل اقتباس سے ہوتی ہے۔

> ’’نہ یہ کہ بعض عقلیت زدہ متجددین کی طرح اپنی خالص ذہنی پرواز اور عقلی کاشت کو ادیبانہ وشاعرانہ رنگ آمیزیوں کے ذریعے بیان کرنے کا نام ’’مفہوم القرآن‘‘ رکھ دیا جائے؛ اس لیے کہ قرآن فہمی کے لیے اگر ایسی ہی کھلی چھٹی ہوتی اور ہر شخص کو اختیار ہوتا کہ وہ محض اپنی عقل کے بل بوتے پر قرآن کا مفہوم سمجھے اور جو مفہوم سمجھے بلا تکلف اس کو منشاءِ الٰہی قرار دے، اور فی الواقع وہ منشاءِ الٰہی نہ ہو تو سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نازل فرمانے کے لیے ایک رسول کا واسطہ کیوں بنایا؟ کیا اللہ اس پر قادر نہ تھا کہ وہ اپنی کتاب کو یکا یک زمین پر اتار دیتا؟ اور اس کا ایک نسخہ ہر فرد بشر کے پاس آپ سے آپ پہنچ جاتا؟ اگر وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا تو عاجز تھا؟ پھر ایسی عاجز ہستی کو خدا ہی کیوں مانیے؟ اور اگر وہ قادر تھا اور یقیناً قادر تھا تو اس نے اپنی اس کتاب کی نشر و اشاعت کا یہ ذریعہ کیوں نہ اختیار کیا؟ یہ تو بظاہر ہدایت کا یقینی ذریعہ ہوسکتا تھا؛ کیونکہ ایسے صریح معجزے اور بیّن خوارق عادت کو دیکھ کر ہر شخص مان لیتا کہ یہ ہدایت خدا کی

طرف سے آئی ہے؛ لیکن خدا نے ایسا نہ کیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسط سے اپنی یہ کتاب بھیجی، ایسا کیوں کیا گیا؟ اس کا جواب خود قرآن دیتا ہے، وہ ہمیں بتاتا ہے کہ خدا نے جتنے رسول بھیجے ہیں، ان کی بعثت کا مقصد یہ رہا کہ وہ فرامین خداوندی کے مطابق حکم دیں، اوران کے احکام کی اطاعت کریں، وہ الٰہی قوانین کے مطابق زندگی بسر کریں اور لوگ انہی کے نمونہ کو دیکھ کر اس کا اتباع کریں (حوالہ: خُلاصہ مضامینِ قرآنی: تالیف مولانا سلیم الدین شمسی، جمع وترتیب واضافات: عمرانور بدخشانی، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، جنوری)۔

محض لغت کی بنیاد پر تفسیرِ قرآن

جب محض لغت کی بنیاد پر قرآن پاک کی تفسیر کی بات آئے گی تو بہت بڑی خامی وخرابی پیدا ہوگی اور وہ یہ ہے کہ فہم رسول اور ایک عام آدمی کی فہم کو ایک ہی سطح پر لا کھڑا کیا گیا ہے۔ پھر جب کوئی مصنوعی ذہانت کے ذریعے قرآن پاک کی تفسیر کرنے کی کوشش کرے گا تو مزید خرابی ہوگی؛ کیونکہ مصنوعی ذہانت میں فہم رسول کو ایک عام انسان سے بھی نیچے لے جا کر کمپیوٹر (مشین) کی فہم کے برابر لا کھڑا کیا گیا ہے۔ اور کمپیوٹر (مشین) کی یہ فہم انسان کی فہم سے زیادہ نہیں ہوسکتی؛ کیونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور انسان ہی نے مشین اور مصنوعی ذہانت کے الگورتھم (پروگرامز) بنائے ہیں۔ دیکھیے! جب مصنوعی ذہانت کے ذریعے کمپیوٹر کو پروگرام کیا جائے گا تو اس کے پاس کیا طریقۂ کار ہوگا کہ وہ اس کے ذریعے قرآن پاک کی تفسیر بیان کرے؟ مصنوعی ذہانت کی بنیاد پر کی گئی ایسی تفسیر لغت کا حل تو ہوسکتی ہے (وہ بھی غلطیوں سے بھری ہوئی) مگر کلام الٰہی کی تشریح نہیں۔ مزید وضاحت درجِ ذیل اقتباس سے ہوتی ہے:

> ”کیونکہ اگر کوئی چاہے کہ لغت کی کوئی کتاب لے کر بیٹھ جائے، اور اس میں الفاظ کے معنی دیکھ دیکھ کر قرآن کا مفہوم سمجھنا شروع کرے تو قیامت تک قرآن کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتا کیونکہ دنیا کی ساری زبانوں کی طرح بلکہ ان سے کہیں زیادہ عربی زبان کے الفاظ اپنے معانی کے لحاظ سے سرمایہ دار ہیں، یعنی عربی کا ایک ایک لفظ اپنے اندر چار چار اور پانچ پانچ معنی رکھتا ہے، اس بنا پر ایسا کرنے والا اپنے ذوق ومزاج اور اپنی پسند ورجحان کے مطابق کوئی ایک معنی اخذ کرے گا، پھر کیا کوئی ایسا حتمی ذریعہ ہے کہ وہ یہ دعوی کر سکے کہ یہی معنی ومفہوم فی الواقع منشاءِ الٰہی ہے؟ یہ صرف رسول کر سکتا ہے جو

مہبط وحی ہوتا ہے؛ اس لیے وہ اپنے قول وعمل سے قرآن کریم کا جو مفہوم بتائے گا، حقیقتاً اور بالیقین وہ منشاء ومراد الٰہی ہوگا، اس بنا پر اطاعت الٰہی کی واحد شکل اتباع رسول ٹھہری، رسول کی یہی وہ ذمہ داری تھی، جس کا اعلان قرآن کریم نے اس طرح کیا ہے کہ

''ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان کیا جب کہ اس نے ان میں ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان پر کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے'' (حوالہ: سورۃ آل عمران، آیت ۱۶۴)۔

پھر ایسا شخص جو حدیث وسنت کو نظر انداز کر کے قرآن فہمی کو ممکن بناتا ہے، وہ دراصل فہم رسول اور ایک عامی انسان کی فہم کو ایک ہی سطح پر لا کھڑا کرتا ہے، اور اپنے اس طرز عمل سے گویا وہ خم ٹھونک کر آتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ بھی ایک آدمی اور میں بھی ایک آدمی، جس خالق نے آپ کو پیدا کیا، اسی خالق نے مجھے پیدا کیا، بشریت کے جو جذبات و داعیات اور جو قوتیں اور صلاحیتیں اور تفکر وتعقل کی جو قابلیتیں خدا نے آپ کو دیں وہ مجھے بھی دیں، لہٰذا قرآن آیات کی تشریح وتفسیر کا مجھے بھی اتنا ہی حق ہے جتنا آپ کو، بلکہ ایٹم اور اسٹپنگ کے اس دور ارتقاء میں فہم رسول (نعوذ باللہ) پرانی ہو چکی ہے۔ اب تو......مے اور ہے، جام اور ہے، جم اور۔

لیکن ایسے لوگ بھول جاتے ہیں کہ رسول کی فہم محض ایک بشر کی فہم نہ تھی، اور رسول کی تعلیم کتاب ''تاج العروس'' اور ''لسان العرب'' وغیرہ عربی لغت دیکھ دیکھ کر نہ تھی؛ بلکہ از روئے وحی تھی، بس اس فرق کے ساتھ کہ الفاظ کی وحی کا تعلق يتلوا عليهم کے ساتھ ہے اور اس کی بعینہٖ تبلیغ پر رسول مامور تھے: بلغ ما انزل اليك من ربك اور ان الفاظ کے معنی اور منشاء الٰہی کی تعلیم کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے الفاظ کا انتخاب فرما سکتے ہیں اور جہاں موقع وضرورت ہوتی قول کے ساتھ عمل کر کے بھی بتاتے تھے'' (حوالہ: خلاصہ مضامینِ قرآنی، صفحہ ۲۱، تالیف مولانا سلیم الدین شمسی، جمع وترتیب و اضافات: عمر انور بدخشانی، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، جنوری ۲۰۲۴)۔

کیا مصنوعی ذہانت کے حامل کمپیوٹر کی ذہانت ایک بشر کی ذہانت کے برابر ہو سکتی ہے؟ اور کیا کسی عام بشر کی فہم ایک رسول کی فہم کے برابر ہو سکتی ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! قرآن فہمی وتفسیر کے لیے حدیث وسنت، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین اور سلف کے اقوال ضروری ہیں۔

خلاصہ مضمون

''مصنوعی ذہانت'' اور خاص طور پر ایل ایل ایم (چیٹ جی پی ٹی وغیرہ) کے حوالے سے یہ بات پیش کی جارہی ہے کہ ایل ایل ایم کے ذریعے پوری دنیا کے ڈیٹا (مواد) تک رسائی ہوگئی ہے اور اس سے وہ چیزیں وجود میں آرہی ہیں کہ انسانی عقل دنگ ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ اگر پوری دنیا کی مخلوقات یعنی جن وانس مل جائیں جن میں اولیاء اللہ، قطب، ابدال، شیخ الحدیث، مفتی، عالم، مفسر، قاری، ریاضی دان، محقق، سائنسدان وغیرہ شامل ہوں اور ان تمام لوگوں کے علوم، فہم، فراست، تقویٰ، للّٰہیت، خشوع، خضوع، تفقہ کو جمع کیا جائے تو وہ ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کے صحابی رضی اللہ عنہم کی فہم وفراست تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ وحی عطا کیا گیا، یہ براہ راست اللہ پاک کی طرف سے عطا ہوا اور وہ انہوں نے براہ راست صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قرآن پاک کا مفہوم سکھلایا۔ خلاصہ یہ کہ مصنوعی ذہانت قطعی طور پر قرآن پاک کا صحیح مفہوم نہیں بیان کرسکتی۔ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ قرآنِ پاک کی اُسی تفسیر اور مفہوم کو قبول کرے جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے ہم تک پہنچتی ہے۔ نیز ہمیں چاہیے کہ ہم مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر کو دینی علوم بالخصوص قرآنِ پاک کی تفسیر وترجمہ کے لیے ہرگز ہرگز استعمال نہ کریں۔

❊ ❊ ❊

مصنوعی ذہانت سے متعلق یونیورسٹیوں کی پالیسیاں

تحریر وتخریج: ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

طلبا، کی تعلیمی قابلیت اور استعداد جانچنے کے لیے ''جائزہ'' یا ''امتحان'' لینے کا عمل سرانجام دیا جاتا ہے، جسے عام طور پر ''اسیسمنٹ'' Assessment بھی کہا جاتا ہے اور اس کے مختلف طریقے رائج ہیں۔ تعلیمی اداروں کا مقصد طلبا، میں ان صلاحیتوں اور استعداد کا بنانا ہوتا ہے جو وہ اپنے نصاب میں متعین کرتے ہیں۔ مستقبل میں نوکریوں کے حصول کے وقت یا پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے داخلوں کے وقت یہ طلبا، ان جائزوں کے نتائج کے ذریعے اپنی تعلیمی قابلیت واستعداد کو ظاہر کرتے ہیں اور پھر عملی زندگی میں حاصل کی گئی مہارتوں اور علوم کو مختلف شعبوں میں استعمال کرتے ہیں۔ تعلیمی اداروں سے فارغ ہونے والے طلبۂ کرام کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ اپنے تجزیاتی اسکلز وغیرہ کو بڑھائیں۔ بعض مرتبہ کچھ طلبا، مطلوبہ صلاحیتوں اور استعداد بنائے بغیر ہی اچھے امتحانی نتائج حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے لیے وہ غلط ذرائع استعمال کرتے ہیں، مثلاً نقل کرنا۔ نقل کی مختلف اقسام ہیں اور ان اقسام کی بنیاد پر یونیورسٹیوں میں مختلف سزائیں ہوتی ہیں اور جرمانے لگتے ہیں۔ دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں سرقہ، جعل سازی، اور اکیڈمک مس کنڈکٹ سے متعلق واضح پالیسیاں موجود ہیں۔ پہلے ہم اکیڈمک مس کنڈکٹ کی تعریف سمجھتے ہیں، پھر دنیا کی کچھ بہترین یونیورسٹیوں کی مصنوعی ذہانت سے متعلق پالیسوں کا ذکر کریں گے۔

کیمبرج یونیورسٹی برطانیہ اکیڈمک مس کنڈکٹ یعنی تعلیمی بدانتظامی کی تعریف یوں کرتی ہے۔

''Academic misconduct, broadly speaking, is any action which gains, attempts to gain, or assists others in gaining or attempting to gain unfair academic advantage. It includes plagiarism, collusion, contract cheating, and fabrication of data as well as the

posession of unauthorised materials during an examination”.(۱)

”اکیڈمک مس کنڈکٹ یعنی تعلیمی بدانتظامی، عمومی طور پر، کوئی بھی ایسا عمل ہے جس سے غیرمنصفانہ تعلیمی فائدہ حاصل کیا جائے، یا حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، یا دوسروں کی مدد کی جائے کہ وہ غیرمنصفانہ فائدہ حاصل کریں یا غیرمنصفانہ فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔اس میں سرقہ، ملی بھگت، کانٹریکٹ چیٹنگ، ڈیٹا کے جعل سازی کے ساتھ ساتھ امتحان کے دوران غیرمجاز مواد کا رکھنا بھی شامل ہے“۔

اکیڈمک مس کنڈکٹ کی تعریف سمجھنے کے بعد اب ہم قارئین کے سامنے دنیا کی چند مشہور یونیورسٹیوں کی مصنوعی ذہانت سے متعلق پالیسوں کا ذکر کرتے ہیں۔

مصنوعی ذہانت سے متعلق دنیا کی بہترین یونیورسٹیوں کی پالیسیاں

آسٹریلیا کے بہترین یونیورسٹیوں میں سے ایک یونیورسٹی، یونیورسٹی آف میلبورن ہے اوراس کا شمار دنیا کی بڑی اور عالمی معیار کی یونیورسٹیوں میں ہوتا ہے۔(۲) کیوایسر ینکنگ کے مطابق یہ آسٹریلیا میں پہلے نمبر پر اور عالمی سطح پر تیرہویں نمبر پر شمار ہوتی ہے(۳) جب کہ ٹائمز ہائیر ایجوکیشن برطانیہ کے مطابق عالمی ریکنگ میں اس کا شمار انتالیسویں نمبر پر ہوتا ہے۔(۴)

یونیورسٹی آف ملبورن، آسٹریلیا کی مصنوعی ذہانت کے متعلق واضح پالیسی ہے کہ(۵)

"The University of Melbournes Student Academic Integrity Policy (MPF1310) makes clear that all work submitted by an individual student must be their own.

The penalties for submitting work that is not a students own include failure of the subject, suspension and expulsion, depending on the severity of the case and/or any prior offences".

If a student uses artificial intelligence software such as ChatGPT or QuillBot to generate material for assessment that they represent as their own ideas, research and/or analysis, they are NOT submitting their own work. Knowingly having a third party, including artificial intelligence technologies, write or produce any work (paid or unpaid(that a student submits as their own work for assessment is deliberate cheating and is academic misconduct".

"جو بھی کام طلبا، جمع کروائیں وہ اُن کا اپنا اصلی کام ہونا چاہیے۔

وہ جمع کروایا گیا کام جو کہ طالبِ علم کا اپنا نہ ہو اس پر مختلف اقسام کے جرمانے لگیں گے جن میں اس مضمون میں فیل کرنا، معطّلی اور اخراج شامل ہے اور اس کا انحصار کیس کی شدت اور سابقہ جرم پر انحصار کرتا ہے۔

اگر کسی طالبِ علم نے مصنوعی ذہانت کے سافٹویئر، مثلاً چیٹ بوٹ یا کوئیل بوٹ کو استعمال کر کے جائزے کا مواد تیار کیا اور اس مواد کو اپنا آئیڈیا، تحقیق یا تجزیہ بنا کر پیش کرتا ہے، تو وہ اپنا کام پیش نہیں کر رہا۔ یہ جاننا چاہیے کہ کسی تھرڈ پارٹی، جس میں مصنوعی ذہانت شامل ہے، کے ذریعے تحریر کرنا (چاہے پیسے دے کر یا مفت) جو کہ طالبِ علم اپنا کام بنا کر پیش کرتا ہے، یہ جان بوجھ کر دھوکہ دہی اور اکیڈمک مس کنڈکٹ کہا جاتا ہے"۔

یونیورسٹی آف کیمبرج، برطانیہ کے نام سے کون واقف نہیں۔ کیو ایس رینکنگ کے مطابق یونیورسٹی آف کیمبرج عالمی سطح پر دوسرے نمبر پر آتی ہے؛ جب کہ ٹائمز ہائیر رینکنگ کے مطابق پانچویں نمبر پر آتی ہے۔ یونیورسٹی آف کیمبرج نے واضح ہدایت دی ہیں کہ(۶)

A student using any unacknowledged content generated by artificial intelligence within a summative assessment as though it is their own work constitutes academic misconduct, unless explicitly stated otherwise in the assessment brief.

"طالب علم اگر کوئی ایسا مواد استعمال کرتا ہے جو کہ مصنوعی ذہانت کے ذریعے تیار کیا گیا ہو اور جس کے بارے میں یہ واضح طور پر اس نے یہ نہ لکھا کہ یہ مواد اس نے مصنوعی ذہانت کے ذریعے تیار کیا ہے اور اس مواد کو بطور اپنے کام کے پیش کرے تو یہ اکیڈمک مس کنڈکٹ کے طور پر سمجھا جائے گا، تاوقتیکہ کہ یہ نہ کہا گیا ہو کہ طالب علم مصنوعی ذہانت کو استعمال کر کے مواد تیار کر سکتا ہے"۔

برطانیہ کی یونیورسٹی آف برمنگھم دنیا کے سو بہترین جامعات میں سے ایک ہے۔ ان کی واضح پالیسی ہے کہ

"کوڈ آف پریکٹس یہ بتاتا ہے کہ آپ جنریٹیو اے آئی کی آؤٹ پٹ کو اسیسمنٹ (جائزہ یا امتحان) میں استعمال نہیں کر سکتے (یعنی مصنوعی ذہانت نے جو مواد تیار کیا ہے)، جب تک کہ اس کی واضح طور پر اجازت نہ دی گئی ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ ضابطۂ اخلاق کی خلاف ورزی کر رہے ہوں گے اگر آپ ان ٹولز کے ذریعہ تیار کردہ کام کو اپنا بنا کر جمع کراتے ہیں، یا اسے اپنے کام میں

شامل کرتے ہیں، بغیر واضح اجازت کے''۔

"The Code of Practice stipulates that you cannot use the output of Generative AI (i.e., the content it creates) in any assessment, unless explicitly authorised. This means you would be breaching the Code of Practice if you submit work generated by these tools as your own, or incorporate it into your own work, without explicit permission".(۷)

دنیا کی بہترین یونیورسٹیوں میں سے ایک امریکہ کی مشہور اسٹینفورڈ یونیورسٹی ہے، ان کی پالیسی درجِ ذیل ہے:

"Absent a clear statement from a course instructor, use of or consultation with generative AI shall be treated analogously to assistance from another person. In particular, using generative AI tools to substantially complete an assignment or exam (e.g. by entering exam or assignment questions(is not permitted. Students should acknowledge the use of generative AI (other than incidental use(and default to disclosing such assistance when in doubt".(۸)

''مصنوعی ذہانت کے بارے میں کسی کورس انسٹرکٹر کی جانب سے واضح بیان کی عدم موجودگی میں جنریٹو مصنوعی ذہانت کے استعمال یا اس کے ساتھ مشورہ لینا ایسا ہی سمجھا جائے گا کہ آپ نے کسی دوسرے شخص سے مدد لی ہے۔ بالخصوص، کسی اسائنمنٹ یا امتحان کا بڑا حصہ جنریٹو مصنوعی ذہانت کی مدد سے تیار کرنا (مثلاً امتحان یا اسائنمنٹ کے سوالات درج کرکے)۔ طلبا کو جنریٹو مصنوعی ذہانت کے استعمال کا اظہار کرنا چاہیے اور جب کبھی بھی شک کا شکار ہوں تو لی گئی مدد کا اظہار کردینا چاہیے''۔

جانز ہاپکنز یونیورسٹی، امریکہ واضح طور پر مصنوعی ذہانت کے استعمال کو منع کرتی ہے۔

"The use of generative AI tools is strictly prohibited in all assessments to ensure fair evaluation of individual student performance".(۹)

''جنریٹو مصنوعی ذہانت کے ٹولز کا استعمال تمام اسیسمنٹ کے اندر سختی سے ممنوع ہے؛ تاکہ طلبا کی انفرادی کارکردگی کا منصفانہ جائزہ یقینی بنایا جاسکے''۔

یونیورسٹی آف شکاگو، امریکہ مصنوعی ذہانت سے تیار کیے گئے مواد کو گمراہ کن اور غلط کہتی ہے۔

"AI-generated content may be misleading or inaccurate. Generative AI technology may create citations to content that does not exist. Responses from generative AI tools may contain content and materials from other authors and may be copyrighted. It is the responsibility of the tool user to review the accuracy and ownership of any AI-generated content".(۱۰)

''مصنوعی ذہانت سے تیار کردہ مواد گمراہ کن یا غلط ہوسکتا ہے۔ جنریٹیو مصنوعی ذہانت کی ٹیکنالوجی ایسے مواد کے حوالے بنا سکتی ہے جو موجود نہیں ہے۔ جنریٹیو مصنوعی ذہانت کے ٹولز کے جوابات میں دوسرے مصنّفین کے مواد اور میٹریل شامل ہوسکتے ہیں جو کہ کاپی رائٹ ہوں۔ یہ ٹول استعمال کرنے والے صارف کی ذمہ داری ہے کہ وہ مصنوعی ذہانت سے تیار کردہ کسی بھی مواد کی درستگی اور ملکیت کا جائزہ لے''۔

امپیریل کالج لندن، برطانیہ بھی مصنوعی ذہانت کے استعمال سے منع کرتا ہے۔

"Where there is no explicit instruction to use generative AI tools, it would not be considered acceptable to use them to write your assessed work.

Unless explicitly authorised to use as part of an assessment, the use of generative AI tools to create assessed work can be considered a form of contract cheating, which is addressed on Imperial's Plagiarism, Academic Integrity & Exam Offences web page as well as within the librarys Plagiarism Awareness courses".(۱۱)

"جہاں جنریٹیو مصنوعی ذہانت کے ٹولز استعمال کرنے کی واضح ہدایات موجود نہیں ہیں، وہاں یہ قابلِ قبول نہیں ہوگا کہ انھیں آپ اپنے اسیسمنٹ لکھوانے کے لیے استعمال کریں۔

جنریٹیو منصوعی ذہانت کے ٹولز کو استعمال کرکے اسیسمنٹ کے مواد کو تیار کرنے کو ایک قسم کی کانٹریکٹ نقل سمجھا جائے گا؛ جب تک واضح طور پر اسے اسیسمنٹ کے کچھ حصے میں استعمال کرنے کی منظوری نہ دی گئی ہے، جسے امپیریل کے ادبی سرقہ، تعلیمی سالمیت اور امتحانی جرائم کے ویب صفحہ کے ساتھ ساتھ لائبریری کے ادبی سرقہ سے آگاہی کورس کے اندر بھی بتایا گیا ہے''۔

یونیورسٹی کالج لندن، برطانیہ بھی مصنوعی ذہانت کو امتحانات اور اسیسمنٹ میں استعمال سے منع کرتی ہے۔

"It is not acceptable to use GenAI tools to write your entire assessment and present this as your own work. Words and ideas from GenAI tools are making use of other human authors' ideas without referencing them, which is considered by many to be a form of plagiarism".(۱۲)

''یہ قابلِ قبول نہیں ہے کہ جنریٹیو مصنوعی ذہانت کو استعمال کرکے آپ اپنا پورا اسیسمنٹ کا مواد تیار کریں اور اسے آپ کے اپنے کام کے طور پر پیش کریں۔ جنریٹیو اے آئی سے بنائے گئے الفاظ اور خیالات دوسرے انسانی مصنّفین کے خیالات کا حوالہ دیے بغیر انھیں استعمال کررہے ہیں، جسے بہت سارے لوگ سرقہ کی ایک قسم سمجھتے ہیں''۔

یونیورسٹی آف آیڈنبرا، برطانیہ بھی واضح طور پر کہتا ہے کہ مصنوعی ذہانت سے تیار کردہ مواد قابلِ قبول نہیں ہوگا۔

"All work submitted for assessment should be your own original work.

It is not acceptable to present AI-generated content as your own work. If you do, this will be regarded as academic misconduct".(۱۳)

''اسیسمنٹ کے لیے جمع کیا گیا تمام مواد آپ کا اپنا اصلی کام ہونا چاہیے۔

مصنوعی ذہانت (اے آئی) سے تیار کردہ مواد کو اپنے کام کے طور پر پیش کرنا قابل قبول نہیں ہے۔ اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو اسے اکیڈمک مس کنڈکٹ یعنی تعلیمی بدانتظامی سمجھا جائے گا''۔

جرمنی کی یونیورسٹی آف بون بھی سختی سے مصنوعی ذہانت کے استعمال کو منع کرتی ہے۔

"Please note that the use of AI (such as ChatGPT(is prohibited in the context of term papers and theses. It is considered an unauthorized aid unless expressly permitted by the examiners. This also pertains to AI-based translation software".(۱۴)

"براہ کرم نوٹ کریں کہ ٹرم پیپرز اور تھیسس میں مصنوعی ذہانت (مثلاً چیٹ جی پی ٹی) کا استعمال ممنوع ہے۔ اسے ایک غیرمجاز مدد سمجھا جاتا ہے تاوقتیکہ ممتحن کی طرف سے واضح طور پر اس کی اجازت نہ دی گئی ہو۔ اور یہ بات مصنوعی ذہانت کی بنیاد پر ترجمہ کرنے والے سافٹ ویئر پر بھی لاگو ہے''۔

دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی بہترین یونیورسٹیاں مصنوعی ذہانت کے متعلق واضح پالیسیاں رائج کرچکی ہیں اور ان یونیورسٹیوں میں مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئرز سے مواد بنوا کر اسے اپنے آئیڈیا،

تحقیق یا تجزیہ بنا کر پیش کرنے پر مکمل پابندی ہے اور کوئی طالب علم کے اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں سخت قسم کے جرمانے شامل ہیں جن میں مضمون میں فیل، اخراج یا معطّلی تک شامل ہے؛ مگر افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ بعض حضرات جن پر مغرب کی ٹیکنالوجی کو ہر صورت اختیار کرنے کا بھوت سوار ہے وہ مصنوعی ذہانت کو طلبۂ کرام کو استعمال کرنے کی ترغیب دیتے نظر آتے ہیں۔ اگر ہمیں طلبۂ کرام کے اندر صلاحیت واستعداد پیدا کرنی ہے تو مصنوعی ذہانت سے مکمل احتراز کیا جائے۔ مصنوعی ذہانت سے احتراز کرنے سے طلبۂ کرام کے اندر عملی طور پر کتابوں سے مناسبت پیدا ہوگی، تحقیق کی جستجو ہوگی ورنہ کاہلی، کام چور، سستی اور ٹھوس استعداد پیدا نہ ہوسکے گی۔ مصنوعی ذہانت کو طلبۂ کرام میں ترویج دینے والے حضرات سے ہماری گزارش ہے کہ اگر آپ کو ہماری بات سمجھ نہیں آتی تو اللہ کے واسطے انھیں ترقی یافتہ ممالک کی یونیورسٹیوں کی پالیسیوں پر ہی عمل کرلیجیے اور مصنوعی ذہانت کو طلبۂ کرام کے تعلیمی وتدریسی استعمال سے مکمل احتراز کیجیے!

خلاصۂ مضمون اور چند گزارشات

مندرجہ بالا ٹھوس سائنسی حوالہ جات کے اقتباسات سے یہ امور واضح ہوتے ہیں کہ

* بلا اجازت امتحانات کے اندر ''مصنوعی ذہانت'' سے تیار کردہ مواد کے استعمال پر دنیا بھر کی بیشتر یونیورسٹیوں میں سختی سے پابندی عائد ہے۔

* طلبۂ کرام کو روزمرّہ کی زندگی میں مصنوعی ذہانت کے استعمال سے روکنا ایک مشکل عمل ہے؛ کیونکہ مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر انٹرنیٹ پر بآسانی مفت دستیاب ہیں۔ مسئلہ جب پیش آتا ہے جب طلبۂ کرام مصنوعی ذہانت کو اس عنوان سے استعمال کرتے ہیں کہ وہ اس کے ذریعے مختلف مہارتوں اور فنون کو سیکھیں گے؛ جب کہ اس کے بالکل برعکس وہ ان مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر کا استعمال کرتے ہوئے ان سے امتحانی مواد تیار کرتے ہیں۔ مثلاً کسی مضمون میں مدرس نے طلبۂ کرام کو کسی موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھنے کو کہا تاکہ اُن طلبۂ کرام میں تحقیق کرنے کی استعداد پیدا ہو تو بعض طلبۂ کرام کانٹریکٹ چیٹنگ کے ذریعے وہ مقالہ کسی سے پیسے دے کر لکھوا لیتے تھے؛ مگر اب جب کہ مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر تک طلبۂ کرام کی بآسانی مفت رسائی حاصل ہے؛ لہٰذا طلبۂ کرام کی ایک بڑی تعداد کا اس طرف رجحان پیدا ہو رہا ہے کہ وہ اپنے تعلیمی وتدریسی کام ان مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر سے کروائیں اور نتیجتاً بعض طلبۂ کرام مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر سے وہ مقالہ لکھوا لیتے ہیں۔ طلبۂ کرام کے مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر کو بطور علمی سرقہ کے اس وسیع استعمال کے پیشِ نظر

یونیورسٹیوں کی انتظامیہ اور عالمی تدریسی اداروں نے سائنسی تدریسی تحقیقات کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ طلبۂ کرام کے اس بڑھتے ہوئے مصنوعی ذہانت کے استعمال سے ان کی تعلیمی و تدریسی سرگرمیوں پر منفی اثر پڑتا ہے جس کی عمومی طور پر دنیا بھر کی یونیورسٹیاں حوصلہ شکنی کرتی ہیں۔ طلبۂ کرام کے لیے لازم ہے کہ جو بھی کام طلبا، جمع کروائیں وہ اُن کا اپنا اصلی کام ہونا چاہیے۔ یعنی اسیسمنٹ کے لیے جمع کیا گیا تمام مواد طالب علم کا اپنا اصلی کام ہونا چاہیے!

✻ اگر کسی طالبِ علم نے مصنوعی ذہانت کے سافٹوئیر، مثلاً ''چیٹ بوٹ'' کو استعمال کر کے جائزے کا مواد تیار کیا اور اس مواد کو اپنا آئیڈیا، تحقیق یا تجزیہ بنا کر پیش کرتا ہے، تو وہ اپنا کام پیش نہیں کر رہا۔ اگر کوئی طالبِ علم مصنوعی ذہانت سے تیار کردہ مواد کو اپنا کام بنا کر پیش کرتا ہے، اسے جان بوجھ کر دھوکہ دہی اور اکیڈمک مس کنڈکٹ کہا جاتا ہے۔

✻ امتحانات میں جنریٹو مصنوعی ذہانت کے استعمال یا اس کے ساتھ مشورہ لینا ایسا ہی سمجھا جائے گا کہ آپ نے کسی دوسرے شخص سے مدد لی ہے؛ بالخصوص، کسی اسائنمنٹ یا امتحان کا بڑا حصہ جنریٹو مصنوعی ذہانت کی مدد سے تیار کرنا (مثلاً امتحان یا اسائنمنٹ کے سوالات درج کر کے)۔

✻ جنریٹو اے آئی سے بنائے گئے الفاظ اور خیالات دوسرے انسانی مصنّفین کے خیالات کا حوالہ دیے بغیر انھیں استعمال کر رہے ہیں، جسے بہت سارے لوگ سرقہ کی ایک قسم سمجھتے ہیں؛ لہٰذا ان سے تیار کردہ مواد کو استعمال کرنے سے احتراز کرنا چاہیے!

✻ بعض مرتبہ کچھ طلبا، مطلوبہ صلاحیتوں اور استعداد بنائے بغیر ہی اچھے امتحانی نتائج حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے لیے وہ غلط ذرائع استعمال کرتے ہیں، مثلاً نقل کرنا۔ نقل کی مختلف اقسام ہیں اور ان اقسام کی بنیاد پر یونیورسٹیوں میں مختلف سزائیں ہوتی ہیں اور جرمانے لگتے ہیں۔ دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں سرقہ، جعل سازی، اور اکیڈمک مس کنڈکٹ سے متعلق واضح پالیسیاں موجود ہیں اور بیشتر عالمی یونیورسٹیاں مصنوعی ذہانت سے تیار کردہ مواد کو جعل سازی اور ایکڈمک مس کنڈکٹ ہی گردانتی ہیں۔

✻ ✻ ✻

حواشی

1. Academic Misconduct, University of Cambridge, United Kingdom.
Link: https://www.plagiarism.admin.cam.ac.uk/what-academic-misconduct
2. University of Melbourne, Australia.

Link:https://academicintegrity.unimelb.edu.au/plagiarism-and-collusion/artificial-intelligence-tools-and-technologies
3. University of Melbourne, Australia QS Ranking.
https://about.unimelb.edu.au/facts-and-figures
4 Times Higher Education Ranking.
https://www.timeshighereducation.com/world-university-rankings/university-melbourne
5. Statement on the use of artificial intelligence software in the preparation of material for assessment, University of Melvourne, Australia.
Link:https://academicintegrity.unimelb.edu.au/plagiarism-and-collusion/artificial-intelligence-tools-and-technologies
6. Plagiarism and Academic Misconduct, University of Cambridge, United Kingdom.
Link:https://www.plagiarism.admin.cam.ac.uk/what-academic-misconduct/artificial-intelligence
7. Student and PGR guidance on using GenAI tools ethically for work ,Univeristy of Birmingham, United Kingdom.
Link:https://intranet.birmingham.ac.uk/student/libraries/asc/student-guidance-gai.aspx
8. Stanford University, USA.
Link:https://communitystandards.stanford.edu/generative-ai-policy-guidance
9. John Hopkins University, USA.
Link: https://engineering.jhu.edu/cmts/chatgpt/student-use-of-generative-ai/
10. The University of Chicago, USA.
Link: https://genai.uchicago.edu/about/generative-ai-guidance
11. Imperial College London, United Kingdom.
Link: https://www.imperial.ac.uk/admin-services/library/learning-support/generative-ai-guidance/
12. University College London, United Kingdom.
Link: https://www.ucl.ac.uk/students/exams-and-assessments/assessment-success-guide/engaging-generative-ai-your-education-and-assessment
13. University of Edinburgh, United Kingdom.
ink:https://information-services.ed.ac.uk/computing/comms-and-collab/elm/guidance-for-working-with-generative-ai
14. University of Bonn, Germany.
Link: https://www.philfak.uni-bonn.de/en/studying/examination-office/in-study/attempts-at-deception-and-plagiarism

❊ ❊ ❊

کیا قربانی کرنا جانوروں پر ظلم ہے؟

از: مفتی عبیداللہ قاسمی بہرائچی
استاذ فقہ وافتاء، دارالعلوم حیدرآباد

یہ سوال آج کل کا نہیں؛ بلکہ صدیوں پرانا ہے کہ قربانی کرنا جانوروں پر ظلم ہے، ان کے ساتھ نا انصافی ہے، حد سے تجاوز ہے اور غیر انسانی رویہ ہے، ان بیچاروں کا کیا قصور ہے کہ ہم ان کی اجازت اور مرضی کے بغیر ان کو ذبح کردیں؟ کیا انھیں دنیا میں رہنے کا حق نہیں ہے؟ کیا انھیں دنیا میں انسانوں کی طرح آزادی نہیں ہے؟ مسلمان رحم دل نہیں ہوتے، ان کے سینے میں دل نہیں ہوتا، اس طرح کے اور بھی بہت سے جذباتی (Emotionally) اعتراضات غیر مسلم اسلام پر کرتے ہیں، اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کی جاتی ہے۔

مذکورہ اعتراض کے جواب میں مسلمانوں کے لیے تو صرف اتنی بات کافی ہے کہ یہ قربانی اللہ کا حکم ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تاکیدی فرمان ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ جس چیز کا حکم کریں اس میں کوئی برائی نہیں ہوسکتی، وہ حکم ظلم اور ناانصافی پر مبنی نہیں ہوسکتا اور جس چیز سے منع کریں اس میں کوئی اچھائی نہیں ہوسکتی، وہ حکیم ہے اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوسکتا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفرِ معراج سے واپس آئے، کفار مکہ کو اپنے اس سفر کی خبر دی، تو وہ مذاق اڑانے لگے کہ ایک رات میں یہ سب کچھ کیسے ہوسکتا ہے؟ اور پھر وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے او کہنے لگے دیکھو تمھارا ساتھی کیسی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے، کہتا کہ ایک ہی رات میں ساتوں آسمان کا سفر کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی زیارت کی جنت وجہنم کی سیر کی وغیرہ وغیرہ، گویا وہ چاہ رہے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس کا انکار کردیں کہ ہاں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ تو ممکن نہیں؛ لیکن قربان جایے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایمانی طاقت، کمال یقین

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ عشق پر، انھوں نے ایسا جواب دیا جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے اور قیامت تک آنے والی پوری امت کے لیے واضح رہنمائی ہے، آپ نے فرمایا: اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایسا کہا ہے تو یہ سچ ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کے بعد اب چون وچوں چرا کی کوئی گنجائش نہیں، عقلی گھوڑے دوڑانے کی ضرورت نہیں کہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک ہی رات میں یہ سب کچھ ہو جائے، یہ تو عقل میں آنے والی بات نہیں ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صرف اس بنیاد پر تسلیم کرلیا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ ارشاد صادر ہوا ہے۔

اسی طرح قربانی جیسے عظیم الشان عمل کا جو پس منظر ہے، وہ بھی بظاہر عقل سے ماورا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب کے ذریعہ اپنے چہیتے، محبوب اور لاڈلے بیٹے، جسے بڑھاپے میں سہارے کے لیے مانگا تھا اسی کو راہ خدا میں قربان کرنے کا حکم صادر ہوا، یہ بات بظاہر انسانی عقل میں آنے والی نہیں ہے کہ ایک باپ سے اسی کے بیٹے کی قربانی مانگی جائے؛ چنانچہ شیطان نے بھی بہکانا چاہا کہ یہ کیسا حکم ہے کہ بیٹے کو قربان کیا جائے، یہ حکم خداوندی نہیں ہوسکتا، اس پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن ایک نبی اور ان کے بیٹے نے بلا چون و چرا کے حکم خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کر کے وہ مثال دنیا کے سامنے پیش کی کہ خداوند قدوس نے اس سنت کو قیامت تک کے لیے جاری و ساری فرمادیا۔ اس طرح اور بھی انبیاء اور صحابہ کی بیشمار مثالیں ہیں کہ انھوں نے احکام خداوندی میں عقل کو دخل دیے بغیر ہر حکم کو مانا اور تسلیم کیا ہے، خواہ عقل سے سمجھ میں آئے یا نہ آئے؛ اس لیے ایک مسلمان کو تو حکم خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کردینا چاہیے، خواہ اس کی عقل اسے تسلیم کرے یا نہ کرے، کیوں کہ ایمان اور سراپا اطاعت اسی کا نام ہے کہ بلا چون و چرا ہر حکم خداوندی کو تسلیم کر کے اس پر عمل کریں، نہ کہ عقل کی بنیاد پر تسلیم کریں، پھر عمل کریں۔

البتہ چوں کہ غیر مسلم اسلام اور شریعت کو نہیں مانتے؛ اس لیے غیروں کو عقل کی روشنی میں سمجھانے کی ضرورت پڑتی ہے، اس کے بغیر ان کو اطمینان نہیں ہوتا۔

تو آیئے ہم عقل کی روشنی میں اس کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں کہ کیا واقعتاً قربانی جانوروں پر ظلم ہے، یا قانون فطرت کے عین مطابق ہے اور اعتراضات محض دھوکہ ہیں، تو اس کو سمجھنے کے لیے چند نکات کو مستحضر کرنا ضروری ہے؛ چنانچہ پہلے الزامی دلائل پیش خدمت ہیں۔

(۱) بیل، بھینس، گھوڑا، گدھا اور خچر وغیرہ جانوروں سے سبھی بلا جھجھک بغیر شرم وعار کے سواری کا کام لیتے ہیں، ان کی پشت پر بھاری بھرکم وزنی سامان رکھ کر بار برداری کا کام لیتے ہیں، کھیت جوتنے میں استعمال کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ، کیا یہ سب کام ہم ان کی اجازت سے کرتے ہیں؟ ہمیں کس نے حق دیا کہ یہ سارے کام ان سے لیں؟ اگر یہ ظلم نہیں، تو قربانی کرنا ظلم کیوں؟ ہاں چھوٹے بڑے ظلم کا فرق ہوسکتا ہے کہ ذبح کرنا بڑا ظلم ہے اور مذکورہ کام لینا چھوٹا ظلم ہے؛ لیکن ظلم تو دونوں ہیں، اگر ظلم ہے، تو نہ بڑے ظلم کی اجازت ہونی چاہیے اور نہ ہی چھوٹے کی اور دونوں پر اعتراض ہونا چاہیے!

(۲) گائے، بھینس اور بکری وغیرہ کا دودھ نکالتے ہیں اور پیتے ہیں، یہ دودھ کس کی اجازت سے نکالتے ہیں، کیا اس بے زبان و بے سہارا جانور کی کوئی ویلیو نہیں ہے؟ اگر یہ بھی ظلم ہے تو اعتراض کرنے والوں کو دودھ نکالنا اور پینا چھوڑ دینا چاہیے، یہ کیا منافقت ہے کہ ''میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو''۔

(۳) چڑیا گھروں میں بے شمار جانور اور پرندے ہوتے ہیں، شیر، چیتا، تیندوا، زیبرا، ہاتھی، سانپ، ہرن، مگرمچھ، اور اتنے نادر نادر جانور ہوتے ہیں کہ ایک مجلس میں سب کا نام یاد آنا بھی انسانی ذہن کے بس کی بات نہیں اور ان سب کی مختلف انواع ہوتی ہیں، اسی طرح سیکڑوں قسم کے پرندے ہوتے ہیں، ان سب کو چڑیا گھروں کی چہار دیواری میں محبوس کردیا جاتا ہے صرف اور صرف حکومتی اور سرکاری فائدے کے لیے کہ ان سے بڑی انکم ہوتی ہے اور یہ چڑیا گھر پوری دنیا میں ہیں؛ بلکہ ہر ملک کے ہر بڑے شہر میں ہیں، ان جانوروں کا کیا قصور ہے کہ انھیں عمر قید کی سزا دی جاتی ہے؟ کیا انھیں آزاد رہنے کا حق نہیں؟ کیا یہ قید و بند ناانصافی اور ظلم نہیں ہے؟ اگر ظلم ہے تو ان چڑیا گھروں پر آوازیں کیوں نہیں اٹھتیں؟ ان کو بند کرنے کے مشورے کیوں نہیں دیے جاتے؟ حکومتوں پر سوال کیوں نہیں کھڑے کیے جاتے؟ صرف قربانی ہی میں ظلم کیوں نظر آتا ہے؟

(۴) دنیا میں جتنے بھی جاندار ہیں اکثر کی غذا اور کھانا کوئی نہ کوئی جاندار یا کیڑا مکوڑا ہے، شیر کو گوشت سب سے زیادہ محبوب ہے۔ سمندر کی بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو کھا جاتی ہیں، کتے کو گوشت پسند ہے۔ بلی چوہے کو کھاتی ہے۔ چھپکلی کیڑوں کو کھاتی ہے۔ جونک، مچھر، جواں اور کھٹمل انسان کا خون پیتے ہیں، اور تقریباً تمام جنگلی جانوروں کی خوراک کوئی دوسرا جانور ہے، کیا ان سب جانوروں کو ظالم کہا جائے، یقیناً نہیں کہا جائے گا اور کوئی کہتا بھی نہیں، ہر انسان یہی سمجھتا ہے خدا نے

ان کی روزی یہی مقدر کی ہے اور یہی ان کا کھانا ہے، ورنہ یا تو جانوروں کو ظالم کہیں گے (جو کہ حماقت ہے) یا (نعوذ باللہ) خدا کو ظالم کہنا پڑے گا کہ اس نے جانوروں کی روزی اس طرح کیوں بنائی اور ظاہر ہے کہ خدا کو کوئی دوش نہیں دیتا؛ بلکہ ہر ایک یہی سمجھتا ہے کہ ان جانوروں کی روزی اور غذا ہی یہی ہے، تو جب یہ جانور ظالم نہیں ہوئے، تو انسان جانور کی قربانی کر کے ظالم کیوں ہوا؟ یہاں کیوں نہیں کہا جاتا کہ خدا نے جانوروں کو انسان کی روزی بنائی ہے؟ یہ کیسی دورخی ہے کوئی سمجھائے ذرا۔

(۵) سانپ، بچھو، مچھر، کھٹمل، جوں، چوہا، مکڑی، چھپکلی، گرگٹ، ان سب کو ہم بلا جھجھک دیکھتے ہی مار دیتے ہیں، کیا یہ ظلم نہیں؟ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ تکلیف دینے والے جانور ہیں؛ اس لیے مار دیا جاتا ہے اور یہ اپنی حفاظت کے لیے ہے، تو اس سے سوال ہوگا کہ کیا مچھر، جوں، اور کھٹمل کے تھوڑا سا خون چوسنے کا بدلہ سزائے موت ہے، یہ کہاں کا قانون اور انصاف ہے؟ کیا بچھو کے ڈنک مارنے اور سانپ کے کاٹنے سے پہلے ہی ان کو مار دینا؛ جب کہ ان کا ارادہ حملے کا نہ ہو، یہ ظلم نہیں ہے؟ مکڑیوں کو مار دیتے ہیں، جالے صاف کر کے ان کا گھر تہس نہس کر دیتے ہیں، خواہ وہ جالا اپنے گھر میں ہو یا کسی اور جگہ، کیا کسی انسان کا گھر اس طرح توڑ سکتے ہیں؟ کیا کورٹ کچہری میں اتنے معمولی سے قصور پر اس طرح کی خطرناک سزائیں ہوتی ہیں؟ اگر عدل وانصاف کا اتنا ہی بھوت سوار ہے تو ان بے زبان مظلوم جانوروں کے لیے بھی کورٹ کچہری ہونی چاہیے، تاکہ یہ وہاں فریاد رسی کر سکیں؛ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ظلم صرف قربانی میں نظر آتا ہے، اس کا مطلب دال میں کالا ہے۔

(۶) جو لوگ ہم پر اعتراض کرتے ہیں، انھیں خود اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے کہ خود ان کے بہت سارے مندروں میں بھی جانوروں کی بلی چڑھائی جاتی ہے، کیا اس کو جانوروں کے ساتھ رحم دلی کہیں گے؟ کیا یہ ظلم نہیں کہلائے گا؟ یہ سوال آتے ہی ان کا سر بھی خم ہو جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے لیے زبان وقلم پر لغزش طاری ہو جاتی ہے اور مزے کی بات تو یہ کہ مسلمان تو جانور ذبح کر کے گوشت کھا لیتے ہیں اور ان کے یہاں تو گوشت کھانے کی اجازت نہیں ہے، گویا جانور بلا وجہ ذبح ہو گیا، تو انھیں تو ہمارے مذہب سے زیادہ اپنے دھرم پر اعتراض ہونا چاہیے۔

تحقیقی جواب

(۱) آج کی سائنس نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ پیڑ پودوں میں بھی روح اور جان ہے اور

کوئی بھی اناج بغیر پیڑ پودے کے پیدا نہیں ہوتا، پیڑ پودوں کو کاٹ کر ہی ان سے اناج حاصل کیے جاتے ہیں، تو اگر معترضین کے بقول جانوروں کو ذبح کرنا ظلم ہے، ان کو تکلیف پہنچانا ہے، تو سبزیوں اور درختوں کو کاٹنا بھی ظلم ہے ان کے اندر روح ہونے کی وجہ سے، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ سوال کرنے والوں کو نہ تو گوشت کھانا چاہیے اور نہ ہی سبزیاں، کوئی ایسی چیز کھانے کے لیے ایجاد کرنی چاہیے جس میں روح اور جان نہ ہو۔

(۲) دنیا میں تین طرح کے جانور ہیں: (۱) جو صرف گوشت کھاتے ہیں، جیسے: شیر اور چیتا یا دیگر پھاڑ کھانے والے درندے۔ (۲) جو صرف گھاس اور اناج کھاتے ہیں، جیسے: بھینس، گائے اور بکری وغیرہ۔ (۳) جو اناج اور گوشت دونوں کھاتے ہیں، جیسے: انسان۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نوکیلے دانت خدا نے گوشت کھانے کے لیے بنائے ہیں اور چپٹے (Flat) دانت گھاس اور اناج کھانے کے لیے، اب ہم غور کرتے ہیں تو درندوں کے منھ میں صرف نوکیلے دانت ہیں؛ اس لیے وہ صرف گوشت کھاتے ہیں، اور بھینس، بیل، گائے، اور بکرا، بکری وغیرہ میں صرف چپٹے دانت ہوتے ہیں؛ اس لیے وہ صرف گھاس اور اناج کھاتے ہیں، گوشت نہیں کھاتے؛ جب کہ انسانوں کو اللہ نے نوکیلے اور چپٹے دونوں طرح کے دانت دیے ہیں، اس کا مطلب یہ کہ انسان فطرتاً اناج اور گوشت دونوں کھا سکتا ہے، اب یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا نے صرف دانت دے دیے ہوں گوشت کھانے کے لیے اور اس کا انتظام نہ کرے، جس طرح جسم کے اندر ہر عضو (کان، آنکھ، اور ناک وغیرہ) کا ایک نفع ہے، انسان اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس فائدہ کو حاصل کرنے کے راستے بھی ہموار کیے ہیں، اسی طرح جب اللہ نے انسانوں کو نوکیلے دانت دیے ہیں، تو اس کا بھی فائدہ ہونا چاہیے، اور وہ فائدہ حاصل بھی ہونا چاہیے، اور یہ فائدہ جانوروں کے گوشت سے ہی حاصل ہوسکتا ہے، ورنہ تو یہ لازم آئے گا کہ خدا نے (نعوذ باللہ) ایک بیکار چیز پیدا کی ہے اور یہ محال ہے، اور جو محال کو مستلزم ہو وہ بھی محال ہے، لہٰذا نتیجہ یہی نکلا جانوروں کو ذبح کر کے کھانا ظلم نہیں ہے؛ اس لیے کہ اللہ نے جانوروں کو انسان کی غذا اور خوراک بنائی ہے سبزیوں اور دیگر اناج کی طرح، تو جس طرح دیگر چیزوں کے کھانے پر اعتراض نہیں ہوتا، اسی طرح جانوروں کو ذبح کر کے ان کا گوشت کھانے پر بھی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

مذکورہ الزامی وتحقیقی دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح اور منقح ہوگئی کہ جانوروں کو اللہ نے انسانوں کے کھانے کے لیے پیدا کیے ہیں، ورنہ وہ سارے کام جو ہم جانوروں سے لیتے ہیں، یا ان کو اپنے فائدے کے لیے مارتے ہیں، یا چڑیا گھروں میں قید رکھتے ہیں وہ سب ظلم کے دائرے میں آجائے گا، جس کا کوئی بھی قائل نہیں، اسی طرح یہ لازم آئے گا کہ اللہ نے بلاوجہ انسانوں کو نوکیلے دانت دیے؛ جب کہ اللہ کا کوئی کام بلاوجہ نہیں ہوتا؛ اس لیے مسلمانوں پر یہ اعتراض کرنا کہ وہ جانوروں پر ظلم کرتے ہیں، ان کے اندر رحم نہیں ہوتا، یہ سب حقیقت سے پرے ہے، مقصد تخلیق خداوندی سے ناواقفیت کی دلیل ہے، اللہ تبارک وتعالی ہم سب کو دین کا صحیح فہم عطا فرمائے اور ہر طرح کے شکوک وشبہات سے حفاظت فرمائے!

❊ ❊ ❊

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے؟

(حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ کے سانحۂ رحلت پر خصوصی تحریر)

از: مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی

استاذ حدیث وادب، ادارہ کہف الایمان، ٹرسٹ، بورابنڈہ، حیدرآباد

اکابرین کی رحلت کا سلسلہ جاری ہے، کچھ ہفتوں سے حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب کی طبیعت کی ناسازی اور ڈاکٹروں کے ان کے زیست وحیات کے تعلق سے ناامیدی کے اظہار کا سلسلہ جاری تھا؛ پھر اچانک سوشل میڈیا پر غلام وستانوی صاحب کی نہایت نحیف کمزور اور لاغر استخواں، ایک بستر مرگ پر پڑے کو دیکھنے کا موقع ملا، جس میں لکھا ہوا تھا کہ حضرت کی نقاہت اور لاغری مزید بڑھ گئی، پہلے تو یقین نہیں ہوا کہ یہ وہ وہی شخصیت ہیں، جو اپنی ذات میں انجمن کی حیثیت رکھتی ہیں، جب فوٹو زوم کیا تو وستانوی صاحب کی صورت وشباہت نظر آئی، تبھی سے بظاہر یہ یقین ہو چلا کہ یہ خادم قرآن، خادم علوم، یہ امت کا جیالا، ہزاروں لاکھوں لوگوں کا مسیحا، امت کا دھڑکتا دل، ہر روز اپنی روشنی بکھیرنے والا سورج شاید غروب ہو جائے، پھر یہ خبر صاعقہ بن آئی کہ وستانوی صاحب اس دنیا فانی سے رحلت فرما گئے، بروز چہارشنبہ ۴؍فروری کا دن خصوصا مسلمان ہند، وعلماء وطالبان علوم نبوت ہی نہیں؛ بلکہ برصغیر کے ائمہ واکابر اور دنیا بھر کے دینی حلقوں میں بے چینی اور بے قراری کا دن تھا، اتنے بڑے پیمانے پر تعزیتی پیغامات اور دعاؤوں کی مجلس شاید ملک وبیرون ملک میں قریبی وفات پانے والی شخصیات میں کسی کے لیے منعقد کی گئی ہوں، وسیع تر، ہمہ جہات کاموں کا جال، جہد مسلسل اور عمل پیہم کا یہ پیکر، مدارس ومساجد اور قرآن کی کریم کی مجالس کو سنوارنے وسجانے والے ایک مشہور اور بافیض شخصیت اور ایک عظیم ادارے کے مہتمم جہاں انھوں نے دینی وعصری تعلیم کا حسین سنگم جمع کر دیا تھا، ایک طویل زمانے تک دارالعلوم کے رکن رکین، پھر کچھ وقت کے لیے

منصب اہتمام پر فائز ہونا، ان ساری خوبیوں اور صفات نے ان کو ایک جامع اور کامل شخصیت بنا دیا تھا، ہر شخص ان کی مختلف الجوانب اور وسیع الجہات خدمات پر رطب اللسان تھا؛ اس لیے ان کے موت کے سانحے نے ساری امت مسلمہ کو جھنجوڑ کر رکھ دیا، سارے مدارس میں دعاؤں کے ساتھ دینی و علمی طبقہ سارا دن؛ بلکہ دوسرے دن بھی محو حیرت اور نماز جنازہ میں حاضر ہونے والے جم غفیر پر نگاہ کیے ہوئے تھا، بس چرچا تھا تو غلام وستانوی صاحب کا، ایک شخص ساری دنیا کو ویران کر گیا۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کرگیا

اس دوران حضرت کا ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اس حوالے سے نہایت پر اثر اور پر مغز دلائل قرآن پر مشتمل بیان کے بھی سماعت کا موقع ملا۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی
تم جیسے گئے ایسے بھی جاتا نہیں کوئی

تعارف

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی، جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا (مہاراشٹر) کے سابق مہتمم اور ملک کے متعدد اداروں کے سرپرست ونگران، وطن مالوف ''وستان''، ضلع سورت، ولادت یکم جون ۱۹۵۰، والد کا نام حاجی محمد اسماعیل، ابتدائی تعلیم ''کوساری'' کے مدرسہ قوت الاسلام میں ہوئی، بعد ازاں ۱۹۶۵ء میں اعلی تعلیم کے حصول کے لیے دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر تشریف لے گئے اور مفتی احمد بیمات، مولانا ذوالفقار قاسمی اور مولانا عبداللہ کاپودروی وغیرہ سے استفادہ کیا، پھر ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ محمد یونس جون پوری رحمہ اللہ وغیرہ وقت کے اساتذۂ فن سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔

تدریسی زندگی کا آغاز ضلع سورت کے ایک قصبہ ''ادھانا'' سے کیا، بعد میں کچھ دنوں تک ''دارالعلوم کنتھاریہ'' میں بھی منصب تدریس پر فائز رہے، پھر اخیر ش ایک نہایت پسماندہ علاقہ ''اکل کوا''، ضلع نندوبار میں مدرسہ اشاعت العلوم کی داغ بیل رکھی، جو ترقی کرتے ہوئے ایک عظیم یونیورسٹی کی شکل اختیار کر چکا ہے، اس کی سیکڑوں شاخیں ہیں، مدرسہ سے ہزاروں حفاظ اور علماء نے

علوم اسلامیہ کی تکمیل کی، عصری تعلیم کی اشاعت کا سلسلہ بھی شروع کیا، جس میں پرائمری اسکول، ہائی سکنڈری، بی ایڈ کالج، انجینئرنگ کالج اور میڈیکل کالج بھی شامل ہیں۔

۱۴۱۹ھ، میں دارالعلوم کی مجلس شوری کا رکن بنایا گیا، پھر حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحبؒ کی وفات کے بعد اجلاس مجلس شوری منعقدہ ۵/صفر ۱۴۳۲ھ، مطابق: ۱۰-۱۱/جنوری ۲۰۱۱ء کو آپ کو منصب اہتمام کے لیے چنا گیا، آپ ۲۱/شعبان ۱۴۳۲ھ=۲۳/جولائی ۲۰۱۱ء تک اس منصب پر فائز رہے، یعنی کل سات ماہ آپ کا دورانیہ اہتمام رہا۔ وستانویؒ جمعیۃ علماء ہند کی اہم تحریک ''دینی تعلیمی بورڈ'' سے منسلک رہے؛ چنانچہ آپ کو ۱۹۹۵ء کے اجلاس مجلس منتظمہ ممبئی میں ''دینی تعلیمی بورڈ'' کا صدر بھی بنایا گیا۔

خادم القرآن والمساجد

وستانویؒ صاحب کو قرآن ومساجد کی بیش بہا اور وسیع ترین خدمات کی وجہ سے ''خادم القرآن والمساجد'' کے لقب سے بھی موسوم کیا جاتا ہے، ہزاروں حفاظ قرآن اور سیکڑوں مساجد کے جال ملک کے ہر سمت میں بچھا دیا، قرآن کریم کے حفظ اور اس کے مسابقات منعقد کرنا اور طلبہ کو حفظ قرآن پر ابھارنا، مساجد کی تعمیر وترقی کے حوالہ سے ان کی کثیر الجہات وہمہ سمت خدمات نے ان کو ہر عام وخاص کی زبان پر ''خادم القرآن والمساجد'' کے لقب سے ملقب کر دیا، ہر وقت قرآن کے ساتھ شغف، اس سے محبت کا اظہار، حفظ قرآن کی ترغیب، حافظ قرآن کی قدر واہمیت، قرآن کریم کا سننا وسنا حضرت والا کا مشن رہا، جس کی وجہ سے اللہ عز وجل نے اس شخصیت کو موجودہ دور میں علمی حلقوں میں ایک خاص مقام عطا کیا، جس کے لیے ان کی شخصیت موزون بھی تھی۔

موت اس کی ہے، کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لیے

انتقال پر ملال

مولانا وستانوی کا انتقال ۲/بج کر ۳۰ منٹ کے قریب ۴/مئی، ۲۰۲۵ء کو بہ عمر ۷۵ سال ہوا، کئی سالوں سے فریش تھے اور مسلسل علاج جاری تھا۔

''مگر موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ تو کل ہماری باری ہے''

جس کو ”کل نفس ذائقة الموت“ کے مصداق سے قرآن کریم میں یاد کیا گیا کہ ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اس دنیا فانی سے بہ منزل آخرت کوچ کر گئے۔ وستانوی صاحب ایک صاحب تقوی بزرگ، عاشق رسول اور خدمت دین میں پیش پیش رہنے والے تھے، ان کی تعلیمی کاوشوں نے مسلمانوں میں شعور اور ترقی کا ایک نیا باب رقم کیا، ان کی خدمات کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، ان کی عظیم تعلیمی، دینی اور رفاہی خدمات سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا، ان کے اوصافِ حمیدہ، اخلاقِ کریمانہ ایسے تھے کہ ان کی شخصیت کا ذہن ودل پر اثر پڑتا تھا، ان کی نرم خوئی، نرم مزاجی، خوردنوازی، عاجزی وانکساری، بڑوں کی خدمت، چھوٹوں پر شفقت مثالی تھی، مردم شناسی اور مردم گری اور قدردانی کا بڑا وافر حصہ اللہ عزوجل نے ان کو عطا کیا تھا، اولاً انھوں نے حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ سے اصلاحی تعلق قائم کیا، بعدازاں مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ سے رجوع کیا، ان کے خلیفہ اور مجاز ہوئے، مزید انھیں شیخ محمد یونس جونپوریؒ سے بھی اجازت بیعت حاصل ہوئی، وہ دینی وعصری علوم کا عجیب سنگم اور انھوں نے قدیم اور جدید علوم کو یکجا کر کے ملت کو ایک نیا فکری زاویہ عطا کیا تھا، وہ اخلاص وسادگی اور مستقل مزاجی کے پیکر تھے، قیام مکاتب اور خدمت قرآن میں ان کا کوئی مثیل وبدیل نہ تھا، ان کی وفات سے آج عالمِ اسلام، ایک عظیم قرآنی وروحانی شخصیت سے محروم ہوگیا، ان کی رحلت سے صرف لاکھوں انسانوں کی آنکھیں ہی نم نہیں ہوئیں؛ بلکہ ہزاروں مدارس ومکاتب کے در ودیوار بھی گریہ کناں اور اپنی یتیمی اور بےبسی کا اظہار کر رہے ہیں۔

وہ جن کے ذکر سے رگوں میں دوڑتی تھیں بجلیاں
انھیں کا ہاتھ ہم نے چھو کے دیکھا کتنا سرد ہے

اللہ عزوجل حضرت مولانا حذیفہ وستانوی اور دیگر ابنا وفرزندان ودختران ووالدہ واہلیہ محترمہ کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور مولانا وستانوی صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے!

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

❋ ❋ ❋

مسائل وفتاویٰ

سوال: (۱) سورۃ الانفطار، آیت: 11 میں، کیا کراماً اور کاتبین دونوں الگ الگ فرشتوں کا نام ہے؟ اور کیا صرف یہ دو فرشتے ہی انسان کے اعمال لکھتے ہیں؟ اور کیا یہ ہمارے کندھوں پر ہوتے ہیں؟

(۲) یہ فرشتے صرف گناہ لکھتے ہیں یا انسان کی نیکیاں اور حرکتیں بھی لکھتے ہیں؟

(۳) کیا یہ فرشتے کافروں کے ساتھ بھی ہوتے ہیں؟ اور کیا ان کافروں کے بھی اعمال کو لکھتے ہیں؟ اور کیا کافروں کو بھی قیامت میں اعمال نامہ دیا جائے گا؟

(۴) کیا قیامت کے دن جو اعمال نامہ دیا جائے گا اس میں صرف گناہ ہوں گے یا نیکیاں اور ہر حرکتیں بھی ہوں گی؟

(۵) آیت: 12 میں، کیا جب ہم ننگے یا بیت الخلاء میں ہوتے ہیں تب بھی یہ ہمارے کاموں کو جانتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللّٰہ التوفیق والعصمۃ

حامداو مصلیا و مسلماً! (۱،۲) کراماً کاتبین یہ کوئی دو ہی فرشتے نہیں ہیں؛ بلکہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے، جو ہر انسان کے اعمال نیک و بد کے لکھنے پر مامور ہیں اور وہ لوگوں کے دائیں و بائیں کندھوں پر ہوتے ہیں، مسلمان کے دائیں کندھے کے فرشتے نیکیاں لکھتے ہیں اور بائیں کندھے کے فرشتے گناہ لکھتے ہیں۔

وقوله: (وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ) يقول: وإن عليكم رُقَباء حافظين يحفظون أعمالكم، ويُحْصونها عليكم (كِرَامًا كَاتِبِينَ) يقول: كرامًا على اللّٰه كاتبين يكتبون أعمالكم. وبنحو الذى قلنا فى ذلك قال أهل التأويل. ذكر من قال ذلك: حدثنى يعقوب، قال: ثنا ابن علية،

قال: قال بعض أصحابنا، عن أيوب، فى قوله: (وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَامًا كَاتِبِينَ) قال: يكتبون ما تقولون وما تَعْنُون. وقوله: (يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ) يقول: يعلم هؤلاء الحافظون ما تفعلون من خير أو شرّ، يحصون ذلك عليكم". (تفسير الطبرى، جامع البيان سورة الانفطار، ط: دار هجر٢٤/ ١٨١).

يذكر بعض العلماء أن من الملائكة من اسمه رقيب وعتيد، استدلالاً بقوله تعالى: (إذ يتلقّى الْمُتَلَقِّيَانِ عن اليمين وعن الشمال قعيدٌ مَّا يلفظ من قولٍ إلّا لديه رقيب عتيدٌ). وما ذكروه غير صحيح، فالرقيب والعتيد هنا وصفان للملكين اللذين يسجلان أعمال العباد، ومعنى رقيب وعتيد؛ أى: ملكان حاضران شاهدان، لا يغيبان عن العبد، وليس المراد أنهما اسمان للملكين. (عالم الملائكة الأبرار. الفصل الأول، صفاتهم وقدراتهم، أسماء الملائكة ط: مكتبة الفلاح الكويت، ص:١٨)

(۳)مفسرین کے ہاں راجح قول کے مطابق کافر کے کندھے پر بھی دوفرشتے مقرر ہوتے ہیں اوراس کے اعمال کولکھتے ہیں، بائیں جانب والا اس کی برائیاں لکھتا ہے اور دائیں طرف والا ان برائیوں کا گواہ بنتا ہے اور قیامت کے دن ان کو بھی نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں یا پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا۔

الثانية: واختلف الناس فى الكفار هل عليهم حفظة أم لا؟ فقال بعضهم: لا؛ لأن أمرهم ظاهر، وعملهم واحد؛ قال اللّٰه تعالى: يعرف المجرمون بسيماهم. وقيل: بل عليهم حفظة؛ لقوله تعالى: كلا بل تكذبون بالدين وإن عليكم لحافظين كراما كاتبين يعلمون ما تفعلون. وقال: وأما من أوتى كتابه بشماله وقال: وأما من أوتى كتابه وراء ظهره، فأخبر أن الكفار يكون لهم كتاب، ويكون عليهم حفظة. فإن قيل: الذى على يمينه أى شيء يكتب ولا حسنة له؟ قيل له: الذى يكتب عن شماله يكون بإذن صاحبه، ويكون شاهدا على ذلك وإن لم يكتب. والله أعلم". (تفسيرِ قرطبى ١٩/ ٢٤٨)

(۴)نامۂ عمل میں ہرطرح کے اعمال اچھے برے، چھوٹے بڑے درج ہوں گے۔

"وقوله تعالى: (وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحافِظِينَ) حال من فاعل تُكَذِّبُونَ مفيدة لبطلان تكذيبهم وتحقيق ما يكذبون به من الجزاء على الوجهين فى الدين أى تكذبون بالجزاء والحال أن عليكم من قبلنا لحافظين لأعمالكم كِراماً لدينا كاتِبِينَ لها يَعْلَمُونَ ما تَفْعَلُونَ من الأفعال قليلا

كان أو كثيرا ويضبطونه نقيرا أو قطميرا". (تفسير الألوسی= روح المعانی ۱۵/ ۲۷۰)

(۵) کراماً کاتبین اگرچہ ننگے ہونے یا قضائے حاجت کے وقت ساتھ نہیں رہتے؛ مگر اس وقت کے اعمال کو بھی وہ لکھتے ہیں۔

وأخرج البزار عن ابن عباس قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلم: إن اللّٰه تعالى ينهاكم عن التعرى فاستحيوا من ملائكة اللّٰه الذين معكم الكرام الكاتبين الذين لايفارقونكم إلا عند إحدى ثلاث حاجات الغائط والجنابة والغسل. ولايمنع ذلك من كتبهما ما يصدر عنه ويجعل اللّٰه تعالى لهما أمارة على الاعتقاد القلبى ونحوه ويلزمان العبد إلى مماته فيقومان على قبره يسبحان ويهللان ويكبران ويكتب ثوابه للميت إلى يوم القيامة إن كان آمنًا ويلعنانه إلى يوم القيامة إن كان كافرًا. (تفسير الألوسی= روح المعانی ۱۵/ ۲۷۰).

فقط واللّٰه سبحانه تعالى أعلم

فخر الاسلام عفی عنہ

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

۱۴۴۶/۶/۱۳ھ=۲۰۲۴/۱۲/۱۶ء

الجواب صحیح:

زین الاسلام قاسمی الٰہ آبادی، محمد مصعب عفی عنہ

مفتیانِ دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

=======================

سوال: میں بین الاقوامی طلباء کے لیے ایک ثالث کے طور پر کام کر رہا ہوں، ان کے اسائنمنٹ کی درخواستیں قبول کر رہا ہوں۔ میں خود ایک مصنف نہیں ہوں، لہٰذا میں ایک مصنف کو کام سونپتا ہوں۔ حساب لگانے کے بعد، میں اپنے اور مصنف دونوں کے لیے مناسب منافع کو یقینی بناتے ہوئے ایک مارجن شامل کرتا ہوں؛ لیکن کیا یہ کام حلال ہے یا حرام؟ میں مفتیانِ کرام سے پوچھتا ہوں۔ مؤکل مجھے ادائیگی کرتا ہے، اپنا مارجن لینے کے بعد میں مصنف کو رقم بھیج دیتا ہوں۔ مصنف اسائنمنٹ تیار کرتا ہے اور مجھے دیتا ہے اور میں اسے کلائنٹ تک پہنچاتا ہوں؛ تاہم یہ سارا عمل یونیورسٹی کی پالیسیوں کے خلاف ہے۔ میرے گاؤں میں بہت سے لوگ اس کام میں لگے ہوئے ہیں؛ اگر ممکن ہو تو میں ان کی مدد کے لیے ایک ویڈیو بنانے کی درخواست کرتا ہوں۔ شکریہ۔

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

الجواب وباللّٰه التوفيق والعصمة

حامدًا ومصليًا ومسلماً! کسی طالبِ علم سے اسائنمنٹ یا مقالہ لکھوانے کا مقصد اس طالبِ

علم کی استعداد اور صلاحیت کا اندازہ کرنا ہوتا ہے، اگر اس کی طرف سے کوئی دوسرا شخص یہ کام کرے گا، تو اس سے یہ اندازہ نہیں ہوسکتا، نیز آپ کی وضاحت کے مطابق یہ عمل یونیورسٹی کی پالیسیوں کے بھی خلاف ہے؛ لہٰذا اجرت لے کر اسائنمنٹ، تھیسس یا مقالہ لکھنا اور اس اسائنمنٹ یا مقالے کی بنیاد پر دوسرے نااہل شخص کا سند حاصل کرنا درست نہیں ہے، یہ خیانت، جھوٹ اور دھوکہ دہی ہے اور جھوٹ اور دھوکے میں معاونت کرنا جائز نہیں ہے اور اس سے حاصل آمدنی بھی پاکیزہ نہیں ہے۔

قال تعالیٰ: "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (المائدة:٢)

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على صبرة طعام فأدخل يده فيها، فنالت أصابعه بللاً، فقال: ما هذا يا صاحب الطعام؟ قال: أصابته السماء، يا رسول الله. قال: أفلا جعلته فوق الطعام كي يراه الناس؟ من غش فليس مني. (الصحيح لمسلم، ١/٦٩ ط التركية)

فقط والله سبحانه تعالى أعلم

فخر الاسلام عفی عنہ

دار الافتاء، دار العلوم دیوبند

۱۴۴۶/۶/۱۴ھ

الجواب صحیح:

زین الاسلام قاسمی الہ آبادی، محمد مصعب عفی عنہ

مفتیانِ دار الافتاء، دار العلوم دیوبند

==========================

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین ومفتیانِ کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

مسئلہ: میرا بیرون ملک تجارت کا کام ہے سامان بھیجتا ہوں اور پیمینٹ آجاتا ہے پیسے کا لین دین امریکن ڈالر میں بذریعہ بینک ہوتا ہے۔

کیونکہ مال ادھار بیچا جاتا ہے پیمینٹ میں قریب تین ماہ لگ جاتے ہیں اور ڈالر کی قیمت بھی گھٹتی بڑھتی رہتی ہے تو بینک تین مہینے آگے کے ریٹ کو بکنگ طے ریٹ پر روکنے کی اسکیم دیتا ہے جس میں بینک اپنی فیس بھی لیتا ہے؛ تو کیا ایسی صورت میں ایڈوانس میں ریٹ بک کرکے ہولڈ کرنا جائز ہے؟

شکل دوم: اگر پیمینٹ ٹائم پر نہیں آئی تو بکنگ کینسل ہوجاتی ہے اور اس دن کا جو روپیہ اور ڈالر کا فرق ہوتا ہے تو وہ بڑھے ہونے کی شکل میں میرے اکاؤنٹ میں ہوجاتا ہے اور گھٹنے کی شکل میں بینک مجھ سے فرق والا روپیہ لے لیتا ہے۔ کیا یہ طریقہ جائز ہے؟

شکل سوم: ڈالر کی ایڈوانس بکنگ بنا تجارت کیے بھی کی جاسکتی ہے جس میں طے شدہ مدت کے

بعد سودا (ڈیل) کینسل کردی جاتی ہے اور فائدہ لے لیا جاتا ہے اس میں نقصان کے امکانات بھی ہوتے ہیں، اس میں صحیح وقت پر ہی ڈیل کو کینسل کرتے ہیں؛ تاکہ فائدہ یا پھر نقصان کم سے کم ہو، اس پر روشنی شرعی ڈالتے ہوئے رہبری فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیر....

خواستگار- ش.انصاری
معرفت محمد سلیم کوثر ایڈوکیٹ
چیمبر نمبر ۲۱۴-سول کورٹ نزد صدر حوالات، سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق:- (۱-۳): فیس دے کر ڈالر کے ریٹ کی بکنگ کا معاملہ؛ شرعاً درست نہیں، یہ محض جوا اور سٹہ بازی ہے خواہ یہ معاملہ؛ کاروبار کے پیمینٹ میں کیا جائے یا بنا کسی کاروبار کیا جائے، اور متعینہ تاریخ تک پیمینٹ نہ آنے پر ڈالر کی بڑھی یا گھٹی ہوئی قیمت کا لین دین بھی درست نہیں اور اگر کسی نے ماضی میں اس طرح ڈالر کی بڑھی ہوئی قیمت وصول کی ہو، تو فیس سے زائد نفع اس کے لیے حلال نہیں، وہ جلد از جلد بلانیت ثواب غربا و مساکین کو دے دے، اسی طرح تیسری صورت میں بھی فیس سے زائد جو نفع کمایا گیا ہو، وہ بھی بلانیت ثواب غربا و مساکین کو دے دیا جائے۔

قال اللّٰہ تعالی: ﴿يأيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾(سورة المائدة، رقم الآية: ۹۰).

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "إن اللّٰہ حرم على أمتي الخمر والميسر" (المسند للإمام أحمدؒ، ۲:۳۵۱، رقم الحديث: ۶۵۱۱).

﴿وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ أي: بالحرام، يعني بالربا، والقمار، والغصب والسرقة (معالم التنزيل، ۲:۵۰).

لأن القمار من القمر الذي يزداد تارةً وينقص أخرىٰ، وسمي القمار قمارًا؛ لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه، وهو حرام بالنص (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء، فصل في البيع، ۹:۵۷۷، ط: مكتبة زكريا ديوبند).

كل مخاطرة يعلق تمييز مستحق الغنم والملزم بالغرم من جميع المشاركين فيها

على أمر تخفى عاقبته، ولو قيل: بأنه تحكيم الغرر فى تمييز الغارم من مستحق الفوز والظفر لكان عين الحقيقة، والصورة التقريبية له إن حصل كذا مما لا تعلم عاقبته،............، وعليه فهو شامل لـ”كل مخاطرة يعلق خروج كل داخل فيها غانما أو غارما على أمر احتمالي“، وإن شئت فقل: ”كل مراهنة يكون كل داخل فيها على خطر أن يغنم أويغرم“ (القمار حقيقته وأحكامه للدكتور سليمان بن أحمد الملحم، ص:٧٤،٧٥).

ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدقُ إذا تعذر الردُّ على صاحبه (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، فصل فى البيع،٩:٥٥٣، ط: مكتبة زكريا ديوبند،٢٢: ٨، ت: الدكتور حسام الدين بن محمد صالح فرفور، ط: دمشق نقلاً عن الزيلعي عن النهاية).

قال شيخنا: ويستفاد من كتب فقهائنا كالهداية وغيرها: أن من ملك بملك خبيث، ولم يمكنه الرد إلى المالك، فسبيله التصدقُ على الفقراء.........، قال: والظاهر إن المتصدق بمثله ينبغي أن ينوي به فراغَ ذمته، ولا يرجو به المثوبةَ (معارف السنن، أبواب الطهارة، باب ما جاء: لا تقبل صلاة بغير طهور، ١:٣٤، ط: المكتبة الأشرفية ديوبند).

مستفاد: فإذا ظفر بمال مديونه له الأخذ ديانة؛ بل له الأخذ من خلاف الجنس إلخ (رد المحتار، كتاب السرقة، مطلب في أخذ الدائن من مال مديونه من خلاف جنسه، ٦:١٥٧، ط: مكتبة زكريا ديوبند، ١٢:٣٣٨، ت: الدكتور حسام الدين بن محمد صالح فرفور، ط: دمشق).

فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم

محمد نعمان سیتاپوری غفرلہٗ

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

۱۴۴۶/۱/۱۶ھ=۲۰۲۴/۷/۲۳ء

الجواب صحیح:

محمود حسن بلندشہری غفرلہٗ، وقار علی غفرلہ

مفتیانِ دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

======================

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں:

شوہر کے مادہ منویہ اور بیوی کے بیضہ کو لے کر کسی دوسری عورت کے رحم میں ڈالا گیا پھر اس عورت نے بچہ کو جنا تو اس بچے کا کیا حکم ہوگا؟ نسب کے سلسلہ میں وراثت کے سلسلہ میں اور کیا وہ بچہ

اس مرد اور عورت (شوہر اور بیوی) کے لیے حرام ہوگا جس کی منی اور بیضہ کو لیا گیا تھا یا حرمت ثابت نہیں ہوگی؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- حصول اولاد کے لیے میاں بیوی کا نطفہ اور بیضہ کسی دوسری عورت کے رحم میں رکھنا؛ اسلام میں سخت حرام وناجائز ہے، کسی مسلمان کو ہرگز اس طرح کا اقدام نہیں کرنا چاہیے اور اگر کسی نے کرلیا، تو نومولود بچہ یا بچی کا نسب؛ اس شوہر اور بیوی سے ثابت نہیں ہوگا جس کا نطفہ اور بیضہ لیا گیا؛ کیوں کہ محض نطفہ سے کوئی مرد باپ نہیں ہوتا اور محض بیضہ سے کوئی عورت ماں نہیں ہوتی، نیز ان دونوں سے نولود کی کسی طرح کی کوئی حرمت بھی وابستہ نہ ہوگی؛ کیوں کہ ثبوت حرمت کا کوئی سبب شرعی؛ موجود نہیں؛ بلکہ جس عورت کے پیٹ سے نومود کی ولادت ہوئی، وہی اس نومولود کی ماں ہوگی اور اگر وہ شادی شدہ ہے، تو اس کا شوہر حدیث: **الولد للفراش** کی وجہ سے نومولود کا باپ ہوگا اور اگر وہ عورت غیر شادی شدہ ہے یا دارالاسلام میں اس کا شوہر لعان کے ذریعہ نومولود کے نسب کا انکار کردیتا ہے، تو نومولود (بچہ یا بچی)؛ صرف جننے والی عورت کی طرف منسوب ہوگا۔

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "الولد للفراش وللعاهر الحجر". (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب اللعان، الفصل الأول، ص٢٨٧، ط:المكتبة الأشرفية ديوبند).

فنسب الولد من الرجل لا يثبت إلا بالفراش، وهو أن تصير المرأة فراشا له. (بدائع الصنائع، ٥:٣٦٢، ط: مكتبة زكريا،ديوبند).

الولد لصاحب الفراش لا ينتفي عنه أبدا....... ولا بوجه من الوجوه إلا باللعان (أوجز المسالك، كتاب الأقضية، ١٤:٧٥، ط:دارالقلم،دمشق).

فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم

محمد نعمان سیتاپوری غفرلہٗ
دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند
۱۴۴۶/۱/۲۳ھ=۲۰۲۴/۷/۳۰ء

الجواب صحیح:
محمود حسن بلندشہری غفرلہٗ، وقار علی غفرلہ
مفتیانِ دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

======================